وَمَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾

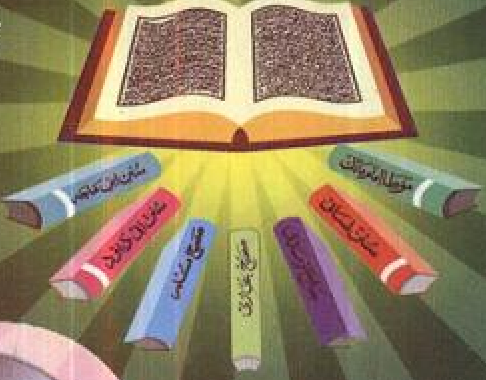

اجتماعی اجتہاد کے تناظر میں

تعبیرِ شریعت اور پارلیمنٹ

www.KitaboSunnat.com

حافظ عبدالرحمن مدنی

مجلس التحقیق الاسلامی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

’اجتماعی اجتہاد‘ کے تناظر میں

پارلیمنٹ اور تعبیرِ شریعت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق طبع محفوظ ہیں

نام کتاب	پارلیمنٹ اور تعبیر شریعت
مصنف	حافظ عبدالرحمٰن مدنی
ناشر	مجلس التحقیق الاسلامی
مطبع	اُحد پرنٹنگ پریس، لاہور
سالِ طباعت	۲۰۰۵ء

مجلس التحقیق الاسلامی

۹۹ جے ماڈل ٹاؤن لاہور

5866476, 5866396, 5839404

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللهُ فَاُوْلٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ﴾
(سورۃ المائدۃ: ۴۴)

'اجتماعی اجتہاد' کے تناظر میں

پارلیمنٹ اور تعبیرِ شریعت

حافظ عبد الرحمن مدنی

ڈائریکٹر جنرل اسلامک ریسرچ کونسل، پاکستان

مدیر اعلیٰ ماہنامہ 'محدث' لاہور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

پیش لفظ	۷
▣ نفاذِ شریعت میں امتِ محمدیہ ﷺ کے مشہور نظریات	۱۱
① حکیم الامت علامہ اقبال رحمہ اللہ کا نظریہ	۱۱
② ایران کا انقلابِ جدید اور طالبان کا نظریۂ شریعت	۱۲
③ پبلک لاء میں پارلیمنٹ اور پرسنل لاء ہر فرقہ کا	۱۲
④ سعودی عرب سمیت خلیجی ممالک میں شریعت کا نفاذ	۱۳
◉ علامہ اقبال کی آرا حتمی نہیں بلکہ فکر ونظر کے ارتقائی مراحل ہیں	۱۴
◉ عقیدہ کی بجائے نظریاتی ارتقا کی ایک قرآنی مثال	۱۵
◉ ائمہ سلف کی مسلمہ خدمات	۱۶
◉ کیا اجتہاد شریعت کے خلا پر کرنے کا نام ہے؟	۱۷
◉ اسلام دورِ نبوی سے نافذ ہے!	۱۸
◉ اجتہاد کا حق صرف علماءِ دین کو حاصل ہے	۲۱

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

◉ اجتہاد میں حکومت اتھارٹی ہے، نہ علماء دین! ۲۲

◉ تدوین (فقہ کی ترتیبِ نو) اور تقنین (دفعہ وار قانون سازی) کا فرق ۲۴

◉ اسلامی شریعت میں وسعت ہے، انسانی جکڑ بندی نہیں! ۲۸

◉ کوئی امام بھی اپنے فہم شریعت کو دوسرے علماء پر عائد نہیں کر سکتا ۲۹

بحث کے بنیادی سوالات

▣ تدوین فقہ ۳۲

▣ اجتماعی اجتہاد بصورت پارلیمانی اجتہاد ۴۳

▣ اولی الامر کے احکامات کی پابندی ۴۵

◉ اطاعت امیر اور فقہی تقلید ۴۹

▣ پارلیمنٹ میں فقہی نمائندوں کی حیثیت ۵۱

◉ پارلیمنٹ کا دائرہ مباح اُمور میں تدبیر وانتظام کی حد تک ہے! ۵۷

▣ حوالہ جات ومصادر ومراجع ۶۱

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

پاکستان میں علامہ اقبالؒ اور پارلیمانی اجتہاد کے بارے میں اکثر لوگوں کی تحریریں نظر سے گزرتی رہتی ہیں جن میں یہ کوشش کی جاتی ہے کہ پاکستان میں تعبیر شریعت کے لئے پارلیمنٹ کو قانون سازی کا اختیار دیا جائے یا اعلیٰ عدلیہ کے ذریعے مروّجہ قوانین کی تصحیح کی جائے۔ حالانکہ دنیائے اسلام میں شریعت کا کامیاب جزوی یا کلی نفاذ دیگر طریقوں سے بھی ہوا ہے۔

اسی پس منظر میں اسلام آباد کی انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی کے زیر اہتمام ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی نے ایک سہ روزہ سیمینار منعقد کرنے کا پروگرام بنایا۔ جس کا موضوع **''اجتماعی اجتہاد: تصور، اِرتقا اور عملی صورتیں''** تجویز ہوا۔

اسی سلسلے میں حافظ عبدالرحمٰن مدنی کو کسی ایک پہلو پر مقالہ پیش کرنے کی دعوت دی گئی۔ جس کے لئے اُنہوں نے 'پارلیمنٹ اور تعبیر شریعت' کا موضوع منتخب کیا۔ مجوزہ مقالہ میں حافظ مدنی صاحب نے نفاذِ شریعت میں اُمتِ محمدیہؐ کے چار مشہور نظریات پر تبصرہ پیش کیا ہے اور اسی سے متعلقہ مختلف پہلوؤں تک اپنی گفتگو کو محدود رکھا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُنھوں نے سب سے پہلے مفکرِ پاکستان علامہ محمد اقبالؒ کے نظریہ کو ان کی متوازن رائے کا انتخاب کر کے پیش کیا ہے کیونکہ پاکستان کے بہت سے دانشور ان کے نظریہ اجتہاد کو افراط وتفریط کی صورت میں پیش کر کے نفاذِ شریعت کے بارے میں من مانی تاویلیں کرتے رہتے ہیں۔

اس مقالہ میں پیش کردہ دوسرا نظریہ اس اعتبار سے بڑا اہم ہے کہ ماضی قریب میں جنوبی ایشیا کی دو اہم حکومتوں نے اسے شریعت کے نفاذ کے حوالے سے اختیار کیا۔ ایران کا انقلابِ جدید اور افغانستان میں طالبان کی حکومت اسی کی بازگشت ہے۔

تیسرا نظریہ ہمارے ملک کے کئی آزاد خیال اہل علم اور دینی سیاسی جماعتوں کے زعما کی طرف سے زندگی کے پرائیویٹ پہلو کو چھوڑ کر پبلک لاء کی شکل میں نافذ کرنے کے لئے تجویز کیا جاتا رہا ہے۔جس کی رو سے پارلیمنٹ کو شریعت کا پبلک لاء وضع کرنے کا اختیار ہے اور ہر فرقہ کو پرسنل لاء کی آزادی رہنی چاہیے۔

چوتھا نظریہ اُمتِ مسلمہ کے اندر ابتدا ہی سے چلا آرہا ہے۔اور عالم اسلام کے اہم حصہ سعودی عرب سمیت خلیجی ممالک کے اندر شریعت کی عمل داری کی حد تک عرصہ سے رائج ہے۔ اس سلسلے میں مصر کے بعض جدید علما، جو اگرچہ عہدِ نبوت سے لے کر دور حاضر تک عالم اسلام میں شریعت کو دفعہ وار قانون کی شکل دیے بغیر کتاب وسنت کی عمل داری کا اعتراف تو کرتے ہیں لیکن تقنین شریعت کو بھی دورِ حاضر کی ایک ضرورت سمجھتے ہیں، اُنھوں نے سعودی مملکت کے بانی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود کے ساتھ بالمشافہہ ملاقاتوں کے علاوہ اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعے تَقنِین شریعت کو اپنانے کے لئے سرگرم کوششیں بھی کیں لیکن خلیجی حکومتوں میں اُن کے نظریہ کو پذیرائی نہ مل سکی، البتہ بہت سے جدید موسوعاتِ فقهية ضرور تیار ہوگئے جن کی افادیت نظرانداز نہیں کی جاسکتی۔

پاکستانی اعلیٰ عدلیہ کی کئی ممتاز شخصیتیں سعودی عرب اور پاکستان میں نفاذِ شریعت کا جائزہ لینے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ پاکستان کو بھی نفاذ شریعت کے سلسلے میں خلیجی ممالک کا انداز ہی اپنانا چاہیئے۔ جن میں سے جسٹس بدیع الزمان کیکاؤس مرحوم کے بعد وفاقی شرعی عدالت کے چیف جسٹس گل محمد خاں مرحوم اس نظریہ کی اہمیت اور اس کے بعض امتیازی پہلوؤں پر انگریزی اور اُردو جرائد میں لکھتے بھی رہے ہیں۔

مذکورہ بالا چاروں نظریات کا جائزہ لینے سے پہلے بنیادی سوال یہ ہے کہ کیا کتاب وسنت کی تدوین جو فقہِ اسلامی کے وسیع ورثہ کے ساتھ ہمارے ہاں موجود ہے، کے ذریعے پاکستان میں سعودی عرب وغیرہ کی طرح شریعت کی عمل داری زیادہ کامیاب ہوگی یا تعبیر شریعت کے لئے فقہ کی دفعہ وار قانون سازی زیادہ موزوں ہے؟

پاکستان کی سپریم کورٹ کا شریعت بنچ اعلیٰ آئینی عدالت کی حیثیت سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹۸۶ء میں دیوانی اور ۱۹۹۱ء میں فوجداری؛ ہر دو سطح پر کتاب وسنت کی تقنین کئے بغیر نہ صرف شریعت کے عملاً نفاذ کا فیصلہ کرچکی ہے بلکہ کئی دفعہ متعدد دیوانی اور فوجداری قوانین بروقت نئی قانون سازی مکمل نہ ہونے کی بنا پر کالعدم بھی رہے حتیٰ کہ مروّجہ قصاص و دیت آرڈیننس سپریم کورٹ سے مزید مہلت نہ ملنے کی بنا پر ہی حکومت کو موجودہ ناقص صورت میں نافذ کرنا پڑا۔

چونکہ مذکورہ بالا نظریات کے متعدد پہلو تفصیلی بحثوں کے محتاج ہیں، اس لئے زیر نظر مقالہ میں ان پہلوؤں پر صرف اشارات ہی پر اکتفا کیا گیا ہے کیونکہ ہر بحث ایک مستقل مقالے کی متقاضی ہے۔ ماہنامہ 'محدث' اور دیگر جرائد ومجلّات میں بعض پہلوؤں پر بکھری ہوئی کچھ تحریریں ضرور شائع ہوئی ہیں، لیکن بالخصوص خلیجی ممالک کا نقطہ نظر ہمارے علمی حلقوں میں بھی متعارف نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نقطہ نظر کے حق اور مخالفت میں عربی زبان میں تو کافی مواد ملتا ہے لیکن اُردو میں اس پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ بہرصورت ما لا يدرك كله لا يترك كله کے مصداق زیر نظر مقالہ ہدیۂ قارئین ہے۔

حافظ حسن مدنی

مدیر ماہنامہ 'محدث' لاہور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

'پارلیمنٹ کا اجتہاد اور تعبیرِ شریعت' کا موضوع ان ممالک میں بڑی اہمیت کا حامل ہے جہاں نفاذِ شریعت اور اسلام کو حکومتی سطح پر اپنانے کی کاوشیں ہوتی رہتی ہیں۔اس سلسلے میں جہاں ترکی کے مصطفیٰ کمال پاشا کے تصورات کو زیر بحث لایا جاسکتا ہے، وہاں علامہ اقبالؒ کا نکتہ نظر بھی عموماً اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں کے وردِ زبان رہتا ہے۔اس سلسلے میں یہ بحث بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ اسلام میں اجتماعی اجتہاد کی کیا حیثیت ہے؟ ایسے ہی کسی مجتہد کا اجتہاد کیا دوسروں کے لئے بھی حجت ہوتا ہے؟ حکمران شریعت کی تعبیر کے بارے میں کیا اختیارات رکھتے ہیں یا ان کا دائرۂ عمل صرف شریعت کے نفاذ کی تدبیر اور انتظامی اُمور تک محدود ہے۔

'پارلیمانی اجتہاد' کے بارے میں مختلف نکتہ ہائے نظر پائے جاتے ہیں:

پہلا نظریہ

شریعت کی روشنی میں بالخصوص سیاسی، معاشی اور معاشرتی مسائل کی روحِ عصر کے مطابق تعبیرِ نو ضروری ہے۔موجودہ ترقی یافتہ دور کے بدلتے تقاضے اجتہادِ نو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی دعوت دیتے ہیں اور موجودہ فرقہ وارانہ کشمکش میں پارلیمنٹ کا ہی ایسا اجتہاد معتبر ہوسکتا ہے۔ مصطفیٰ کمال پاشا کے جدید ترکی کی 'گرینڈ نیشنل اسمبلی' نے بھی قرار دیا تھا کہ خلافت وامامت کو فردِ واحد کے بجائے کئی افراد پر مشتمل ادارے یا منتخب اسمبلی کے سپرد کیا جاسکتا ہے۔ جدید دور میں یہی اجماعِ اُمت ہے۔ پاکستان میں نفاذِ شریعت کے لئے ائمہ سلفؒ کی تقلید کی بجائے پارلیمنٹ کے سرکاری فیصلوں کی پابندی ہونی چاہیے۔ ①

دوسرا نظریہ

قرآن وسنت میں منصوص مسائل کے علاوہ ائمہ سلف نے خلفاے راشدین/ائمہ اہل بیت کے طرزِ عمل سے ماخوذ مکمل نظامِ حیات پیش کردیا ہے۔ اب چونکہ مستقل اجتہاد کی اہلیت باقی نہیں رہی، اس لئے انہی مدوّن کتبِ فقہ سے احکام کا استخراج کرکے کام چلانا چاہیے جو شیعہ/سنی مکاتبِ فکر کے ہاں مسلمہ ہیں۔ ریاست کا مسلک اس فقہ کے مطابق ہو جس کے پیروکاروں کی ملک میں اکثریت ہو۔ اس معاملہ میں برتری علماے فقہ کو حاصل ہے جبکہ اقلیتی فرقوں کو صرف پرسنل لاز میں آزادی دی جائے۔ ②

تیسرا نظریہ

عقیدہ، عبادات اور عائلی مسائل میں ہر فرقہ اپنی اپنی فقہ پر عمل پیرا ہونے کا اختیار رکھتا ہے۔ البتہ معاشرت، معیشت، اور سیاست سے متعلقہ اُمور اسلامی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُصولوں کی روشنی میں پارلیمنٹ طے کرے۔ اس سلسلے میں ایسا رویہ اختیار کیا جائے کہ پارلیمنٹ میں علما کو بھی بھرپور نمائندگی حاصل ہو تاکہ بیک وقت مہارتِ علمی کے ساتھ ساتھ عوام کا اعتماد بھی حاصل ہو جائے۔ چنانچہ اس کے لئے اسمبلی کی رکنیت کی شرائط اور بعض دیگر طریقوں کی تجاویز بھی پیش کی جاتی ہیں۔[۳]

چوتھا نظریہ

شریعت قرآن و سنت کی شکل میں ہمارے پاس مدوّن صورت میں محفوظ ہے۔ قرآن دستورِ حیات ہے تو سنتِ رسولؐ اس کی حتمی اور ابدی تعبیر[۴] اجتہاد انفرادی ہو یا اجتماعی، شریعت کا حصہ نہیں بلکہ پیش آمدہ مسائل کو منشاءِ الٰہی کے تابع انجام دینے اور شرع کی حدود کے اندر رکھنے کا طریق کار ہے۔ فتوے اور قضا میں اجتہاد کی اہمیت شریعت کی وسعتوں کی دلیل ہے۔ اس بارے میں مجتہد کی غلطی پر بھی اسے مخلصانہ اجتہاد کا اجر ملے گا لیکن شریعت واحدہ ہونے کے باوجود فقہ واجتہاد مختلف اور متعدد بھی ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح مسائل کی نوعیت کی تبدیلی کی بنا پر شریعت کے دائمی ہونے کے باوجود علماء کے اجتہاد و فتویٰ کا تغیر ممکن ہے۔ پارلیمنٹ کے فیصلوں کا اجتہاد سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ ان کا تعلق اصلاً شریعت کے تعبیر و اطلاق سے نہیں ہوتا بلکہ قانون وضع کرنے کا مقصد امکانی صورتوں کی احاطہ گری ہوتا ہے جو تدبیر اور انتظامی اُمور کو منضبط کرنے کا کام ہے یعنی یہ ضابطہ بندی اجتہاد کے دائرہ سے خارج شے ہے، گویا فنی طور پر بھی فقہ کی تشکیلِ نو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور شریعت کی تقنین (قانون سازی) دو مختلف امر ہیں۔ بلا شبہ شرع میں اضافہ و تبدیلی کی گنجائش خلیفہ یا امام کو بھی نہیں ہے۔ اس طرح انسانوں کو انسانوں کی غلامی میں نہیں دیا جا سکتا۔⑤

علامہ اقبالؒ کی آرا حتمی نہیں بلکہ فکر و نظر کے ارتقائی مراحل ہیں!

اس سلسلے میں بحث شروع کرنے سے قبل یہ امر واضح کرنا ضروری ہے کہ تحریکِ پاکستان کے حوالے سے علامہ اقبالؒ کا فکری مقام بلا شبہ مسلم ہے اور اس تناظر میں فکرِ اقبال کی اپنی جگہ اہمیت بھی بجا ہے لیکن علامہؒ کی اس حیثیت کا یہ لازمہ نہیں کہ انہیں ائمہ سلف کے مقابل لا کھڑا کیا جائے اور پھر اس تقابل کے نتیجے میں ائمہ سلف کو تو دورِ ملوکیت کا پروردہ جبکہ اقبالؒ کو 'اسلامی نشاۃِ ثانیہ' کا 'حدی خواں' قرار دیا جائے جیسا کہ اقبالؒ کے بعض مداحوں کا شیوہ ہے۔ خصوصاً اس لئے بھی کہ ائمہ سلف اور اقبال کے میدان ہائے کار الگ الگ تھے اور انہیں پیش آنے والے حالات میں بھی باہمی مماثلت موجود نہیں۔

جو لوگ اسلامی ریاست کی فکری تشکیل میں علامہؒ کے نظریات کو دلیل بنا کر انہیں مجتہدِ مستقل کا مقام دینا چاہتے ہیں، انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ علامہ اقبالؒ کے یہ نظریات ان کی ٹھوس آرا کی بجائے ان کے ارتقائی نظریات تھے۔ چنانچہ کائناتِ ارضی کے مختلف حصوں میں رونما ہونے والے واقعات پر غور و فکر کے نتیجے میں اقبالؒ کے ان نظریات کو، جو فکرِ اقبال کے حاملین کو ان کے عقائد نظر آتے ہیں، منزل تک پہنچنے سے قبل اس راہ کی بھول بھلیوں یا درمیانی مراحل کا نام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی دیا جاسکتا ہے۔

عقیدہ کی بجائے نظریاتی ارتقا کی ایک قرآنی مثال

بطورِ مثال حضرت ابراہیمؑ کو دیکھئے کہ 'رؤیت ملکوتِ سماوی و ارضی' کے سلسلہ میں آپؑ ستارے سے لے کر چاند اور پھر سورج تک کے لئے اپنے خاص عندیے کا اظہار فرماتے رہے لیکن بالآخر آپؑ تائیدِ ایزدی سے اصل حقیقت کی تہ تک پہنچ گئے۔ قرآن مجید نے ان حالات کی تفصیل بیان فرمائی ہے اور طبریؒ وغیرہ مفسرین نے ان واقعات کو مشرکین سے مناظرہ کی بجائے حضرت ابراہیمؑ کے اپنے غور وفکر کے ابتدائی مراحل قرار[٦] دیا ہے۔

اس کے برعکس علامہ اقبالؒ کے بارے میں ایسے خیالات کا اظہار کرنے والوں کا اشکال یہ ہے کہ وہ ان کے نظریات کو علامہ کی پختہ اور حتمی آرا ہی سمجھتے ہیں، حالانکہ برصغیر کے اس دور میں پاکستان جیسی مجوزہ اسلامی ریاست محض ایک تخیل تھا اور ایسے تخیل سے مفکر کا تعلق زیادہ تر رومانوی ہوتا ہے۔ وہ اپنے افکار و نظریات کو اپنی آخری اور حتمی رعملی تجاویز کے طور پر پیش نہیں کرتا۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ تشکیل ریاست کے بارے میں علامہ کی طرف سے ایسے فلسفیانہ مباحث میں شرکت کو علامہ کی ائمہ سلف پر برتری کی دلیل بنا لیا جائے؟

بالخصوص اس لئے کہ علامہ نے جس دور میں آنکھ کھولی، یہ مذہب و سیاست کی ثنویت یا اسلام اور سیکولرزم کی فکری جنگ کا زمانہ تھا، جس میں کہیں مذہبی روایات کے تحفظ کے لئے جہاد ہو رہا تھا تو کہیں سیاسی سطح پر اسلام کا نفاذ ہی وقت کی مسلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریکوں کا مطمح نظر بن رہا تھا۔ ان حالات میں فکری افراط وتفریط ایک لابدی امر تھا۔ لہٰذا آج ائمہ سلف کی نام لیوا بعض شخصیتوں کے طرزِ عمل کے حوالہ سے، خود ائمہ پر یوں کیچڑ اُچھالنا کہ ان کی فقیہانہ مساعی ملوکیت کی تائید کے لئے تھیں، جبکہ علامہ اقبالؒ اسلامی نشاۃِ ثانیہ کے واحد حدی خواں تھے؛ کوئی پسندیدہ رویہ نہیں کہلا سکتا۔ بالکل اسی طرح جیسے کوئی شخص موجودہ مسلم تحریکوں کے قائدین پر یہ الزام تراشی شروع کردے کہ ان کی تمام تر جدید مساعی مسلمانوں میں سیکولر جمہوریت کو ترویج دینے کے لئے تھیں تو اسے مستحسن فعل قرار نہیں دیا جائے گا۔

ائمہ اسلاف کی خدمات مسلمہ ہیں!

دورِ جدید میں اسلامی مملکت کے مختلف پہلوؤں پر خیال آرائی کیلئے ہمارے سامنے ایک وسیع میدان ہے۔ چنانچہ جمہوریت وآمریت کا تقابل کرتے ہوئے اسلامی خلافت کے موضوع کو بھی زیر بحث لایا جاسکتا ہے اور اس کی تشکیل کے لئے تجاویز بھی پیش کی جاسکتی ہیں لیکن عصرِ حاضر کے تناظر میں ائمہ سلف کی کردار کشی کرنا، نہ صرف بہت بڑی جسارت اور پرلے درجے کی ناقدر شناسی ہے بلکہ انتہائی ناانصافی بھی۔ کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں کہ علمی سطح پر انہوں نے عبادات ومعاملات کے جملہ پہلوؤں پر عملی تفصیلات پیش کرنے کے ساتھ ساتھ سیاست وحکومت کی غلط روشوں کا مردانہ وار مقابلہ بھی کیا ہے۔ کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے لیکن ائمہ اربعہ سمیت معتدبہ ائمہ کی قربانیاں تاریخ کے اوراق میں ثبت ہوکر بقائے دوام کی حیثیت اختیار کرچکی ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❀ البتہ ائمہ کے زمانے اور موجودہ دور میں یہ فرق ضرور ہے کہ ان لوگوں نے سیاسی اُمور میں جو کچھ بھی کہا، شرعی نکات کی وضاحت کے لئے کہا کیونکہ اس دور میں زندگی ایک وحدت تھی۔ حتیٰ کہ تدبیری اور انتظامی اُمور بھی شرعی ہدایات کی روشنی میں انجام پاتے تھے، جبکہ دورِ حاضر میں سیاست اور مذہب الگ الگ ہوگئے ہیں، لہٰذا اسلام کے نام سے سیاسی فلسفے بھگارنے کو ہی زندگی کے جامع فکر کی معراج سمجھا جانے لگا ہے۔

کیا 'اجتہاد' شریعت کے خلا پُر کرنے کا نام ہے؟

اس بحث کو آگے بڑھانے سے قبل ایک اور اہم تصور کا نکھار بھی ضروری ہے کہ اسلام میں اجتہاد کا بنیادی فنکشن کیا ہے؟ اجتہاد کیا بذاتِ خود تشریع (شریعت سازی) ہے (7) یا فقط شریعت کی تفہیم اور بدلتے حالات کے تقاضوں کے مطابق شریعت کے اطلاق یا وسعت (8) کا نام ہے؟

اسلامی شریعت میں سیاست وحکومت کے تمام اُمور بھی شریعت کی نگرانی میں طے پاتے ہیں، اس کے باوجود مقامِ حیرت ہے کہ بعض دانشور جسارت کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ شریعت نے اسلامی حکومت کا کوئی مخصوص نظام نہیں دیا، لہٰذا احکامِ الٰہی کی غیر موجودگی میں یہ خلا اجتہاد سے پر کیا جائے گا۔ حالانکہ یہ لوگ اجتہاد کی تعریف ہی سے واقف نہیں۔ اجتہاد کا کام شریعت کے خلا پر کرنا نہیں، بلکہ زندگی کے متنوع پیش آمدہ مسائل کے حل کے لئے شریعت کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسعتوں کی تلاش اور انہیں احکامِ الٰہی کی حدود میں لانے کا نام 'اجتہاد' ہے۔ تاکہ مسلمان مکمل طور پر اپنی زندگیاں منشاءِ الٰہی کے مطابق بسر کرسکیں۔ اسلام کا اپنی طرز کا مکمل امتیازی دستورِ حیات 'کتاب وسنت' ہیں اور مذہب و سیاست کے جملہ اُمور بھی اسی دستور کی روشنی میں انجام پاتے ہیں۔ جبکہ جدید ریاستوں کے موجودہ دساتیر صرف ملکی سیاست تک محدود ہوتے ہیں اور انہیں فرد و معاشرہ کی غیر سیاسی زندگی سے براہِ راست کوئی سروکار نہیں ہوتا۔

یہ دساتیر وقوانین ریاست کے حکمران یا عوامی نمائندے بناتے ہیں اور وہی ان کی تعبیر وتغیر کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ لیکن اسلام میں نہ تو دستورِ حیات انسانی عقل وتجربہ کا نتیجہ یا اس کا محتاج ہوتا ہے اور نہ ہی اس کی تعبیر وتنفیذ انسانی تگ و تاز پر منحصر رکھی گئی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے کتاب (قرآنِ مجید) نازل فرما کر سنتِ رسول (ﷺ) سے اس کی تعبیر وتنفیذ بھی ہمیشہ کے لئے کردی ہے۔ اب انسانی تفکر وتعقل سے ہزاروں نکتہ آفرینیاں تو کی جاسکتی ہیں، لیکن ان میں سے کسی کو بھی حتمی مرادِ الٰہی نہیں قرار دیا جاسکتا۔⑨ ہاں صرف اور صرف سنت وحدیثِ رسولؐ ہی حتمی تعبیرِ دین ہے کیونکہ رسولؐ بہرحال معصوم ہوتا ہے، اور اس کے علاوہ کوئی شخص بھی معصوم عن الخطاء نہیں سمجھا جاسکتا۔

اسلام دورِ نبویؐ سے نافذ ہے!

اسلام کے اس دستوری فکر سے ناواقفی کی بنا پر ہی جدید سیاسی بزرجمہروں نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عوام کے ذہنوں میں یہ بات راسخ کر دی ہے کہ جس طرح دستور و قانون پارلیمنٹ وحکومت پہلے خود وضع کرتی ہے اور پھر اس کا نفاذ کرتی ہے بالکل اسی طرح پہلے شریعت وضع کرنی پڑے گی اور پھر اس کا نفاذ عمل میں آئے گا۔ حالانکہ شریعت اللہ کی طرف سے مکمل ہوکر قیامت تک کے لئے نافذ ہوچکی اور ﴿ اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾[10] کے الفاظ سے اس کا اعلان بھی ہو چکا ہے جس کا انتہائی واضح بلکہ عملی ثبوت یہ ہے کہ آج تک بہت سے مسلمان عبادات کے علاوہ سیاست واقتصاد سمیت اجتماعی معاملات میں بھی، ذاتی طور پر شریعت کے احکام کی اتباع کرتے چلے آرہے ہیں۔ ورنہ نفاذ سے قبل کسی قانون یا شرعی حکم کی تعمیل کا کوئی معنی ہی نہیں۔ البتہ حکومت سے اگر نفاذِ شریعت کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو اس کا معنی صرف یہ ہے کہ وہ قانونی طور پر بھی اس کا اعلان کرکے اپنے تئیں مسلمان بنائے اور یوں عوام وحکومت کے رویوں میں یکسانیت پیدا ہوجائے۔

کتاب اللہ کی تنزیل کے ساتھ ساتھ سنت وحدیث کی شکل میں تعبیر شریعت بھی ۲۳ سالہ دورِ نبوت میں مکمل ہوچکی۔ سورۃ النحل میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾[11]

”ہم نے کتاب (بتدریج) نازل فرما کر اس میں ہر شے بہت وضاحت سے پیش کردی ہے۔“

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری جگہ اسی سورۃ میں ارشاد ہوا:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ ...... الآية﴾ ⑫

''ہم نے یہ ذکر آپؐ پر نازل فرمایا ہے تاکہ آپؐ اسے لوگوں کے سامنے بیان کریں۔''

پھر قرآن مجید ہی نے بتلایا کہ جس طرح اللہ ربّ العزت نے قرآنِ مجید کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے، اسی طرح اس کے بیان (تعبیر بصورتِ سنت وحدیث) کی حفاظت بھی اللہ ربّ العزت کے ذمہ ہے:

﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾ ⑬

''اس قرآن کا جمع کرنا اور ریڑھنا پڑھانا ہمارے ذمہ ہے۔ (نبیؐ!) جب ہم قرآن پڑھیں تو آپؐ اس پڑھنے کی اتباع کریں۔ پھر اس کا بیان بھی ہمارے ذمہ ہے۔''

یوں کتاب اللہ کو رسولِ کریم ﷺ کی زندگی (سنت وحدیث) میں پرو کر ہمارے سامنے پیش کر دیا گیا ہے، لہٰذا اسی کی پابندی کرکے ہم زندگی کے جملہ شعبوں میں راہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔ گویا جب دستورِ حیات (قرآن مجید) بھی مل گیا اور اس کی تعبیر بھی سنتِ رسولؐ کے ذریعہ متعین ہو چکی تو ہمارا کام اب صرف یہ ہے کہ اسی دستور کو مضبوطی سے پکڑ کر اس پر عمل پیرا ہوں اور فرد و معاشرہ کی فلاح ونجات سے ہم کنار ہوں۔⑭

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجتہاد کا حق صرف علماء دین کو حاصل ہے؟

اندریں صورت اسلام کی پارلیمانی تعبیر یا پرائیویٹ تعبیر کی بحث ہی بے بنیاد اور بلا جواز ہے۔حکومت ہو یا علما اور عوام، سبھی کتاب وسنت (اسلامی دستور وتعبیر) کے پابند ہیں جو ان کی زندگی کے جملہ پہلوؤں کے لئے کامل و اکمل موجود ومحفوظ ہیں۔ باقی رہا اجتہاد کا معاملہ تو یہ عرض کیا جاچکا ہے کہ اجتہاد دراصل شرعی احکام ہی کی تلاش و اطلاق کا نام ہے، کوئی نئی شریعت وضع کر لینے کا نام نہیں۔لہٰذا اس سلسلہ میں ضرورتوں کے مطابق وہی لوگ رہنمائی دے سکتے ہیں جو کتاب وسنت کی زبان اوراس کے علوم کے ماہر اور ان کی بھرپور بصیرت رکھتے ہوں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ مریض کا علاج ڈاکٹر کرتا ہے، اور عمارت ومشین انجینئر کے ہاتھوں تیار ہوتی ہے، بالکل اسی طرح اجتہاد بھی ماہرین علوم شریعت کا کام ہے، یہ ہر کس و ناکس کا کارنامہ نہیں۔ ورنہ جس طرح نیم حکیم خطرۂ جان ہوتا ہے، بالکل اسی طرح نیم ملا خطرۂ ایمان ہوتا ہے۔لہٰذا علما کو تھیا کریسی کا طعنہ دے کر اجتہادی ذمہ داریاں عوام کے سپرد کردینا نرا احمقانہ تصور ہے۔ مقامِ غور ہے کہ اسلام میں جب نہ تو دستور و قانون وضع کرنے کا اختیار ہی علما کے پاس ہے اور نہ ہی ان کی تعبیر (انفرادی ہو یا اجتماعی) دائمی یا عالمگیر ہوتی ہے تو تھیا کریسی (پاپائیت) کیونکر قائم ہوگئی؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'اجتہاد' میں حکومت اتھارٹی ہے نہ علماءِ دین!

دستور و قانون کے سلسلہ میں کسی خاص طبقے کی وضع وتعبیر کے اعتبار سے اجارہ داری تھیا کریسی کی بنیادی روح ہے جو دلیل کی بنیاد پر نہیں بلکہ شخصی برتری کی بنا پر کسی طبقے کو حاصل ہوتی ہے۔ یہی حال حکمرانوں کے تصور 'اختیارِ حقوقِ ربانی' (Devine Rules of Kingdom) کا ہے۔ چنانچہ دستور وتعبیر میں علما کو دائمی اور عالمگیر اتھارٹی مانا جائے یا حکمرانوں اور پارلیمنٹ کو، یہ بہرحال خدائی حقوق میں دخل اندازی ہے جس کی قرآن مجید نے یوں مذمت فرمائی ہے:

﴿اِتَّخَذُوْا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللهِ...... الآية﴾ (۱۵)

''اُنہوں (یہود و نصاریٰ نے) اپنے علما اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا ربّ ٹھہرالیا۔''

مروی ہے کہ حضرت عدیؓ بن حاتم طائی نے حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے جب اس آیت پر یوں معارضہ پیش کیا کہ

''ہم اپنے علما اور درویشوں کو ربّ نہیں کہتے؟''

تو رسول اللہ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا تھا:

''تم ان کے حلال کردہ کو حلال گردانتے ہو اور حرام کردہ کو حرام، یہی انہیں ربّ بنانا ہے۔'' (۱۶)

لہٰذا حقوقِ الٰہی میں دخل اندازی خواہ علما کی تسلیم کی جائے یا حکومت وعوام اور پارلیمنٹ کی، یہ انہیں ربّ بنا لینے کے ہی مترادف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ سلف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے خود کو کبھی اتھارٹی قرار نہیں دیا، بلکہ اس سلسلہ میں خود انہوں نے اپنے اقوال کو کتاب وسنت پر پیش کرنے اور یوں اپنے استدلالات کی صحت و غلطی کا جائزہ لینے کی تلقین کی ہے۔

جہاں تک موجودہ فقہی مکاتبِ فکر کی بات ہے تو یہ واضح رہنا چاہئے کہ موجودہ مذاہبِ فقہ یا فرقے نہ تو انہوں نے بنائے اور نہ ہی یہ ان کے زمانہ میں موجود تھے بلکہ یہ تو مخصوص حالات کے نتیجہ کے طور پر ان ائمہ کی بلا جواز اور جامد تقلید کے ذریعے چوتھی صدی ہجری میں معرضِ وجود میں آئے۔ لہٰذا ان مذاہب یا فرقوں کو خود ان کے زمانہ میں ثابت کرنا ناممکن ہے کجا یہ کہ بنی اُمیہ اور بنی عباس کے ادوارِ خلافت سے آگے بڑھ کر دورِ خلافت راشدہ میں ان کا وجود ثابت کرنے کی جسارت کی جائے۔

پس جب ائمہ سلف یا ان کی فقہ ...... جو ان کے متوسلین نے بعد میں ترتیب دی ہے...... اتھارٹی نہیں، حالانکہ یہ کتاب وسنت پر عبور رکھتے تھے تو پھر جدید دور کے سیاسی قائدین اور حکومت یا ان کے اجتہادات ...... جو اجتہاد کی ابجد سے بھی واقف نہیں، تاوقتیکہ کتاب وسنت کی ماہرانہ بصیرت حاصل کریں...... کیونکر اتھارٹی قرار دیے جاسکتے ہیں؟

غور فرمائیے! عیسائیت جیسی سابقہ شریعت ...... جو اب تک حکومتوں کی سرپرستی میں علما کی کونسلوں کے ذریعے مدوّن کی جاتی رہی ہے...... ان کے حلال وحرام کو بھی حتمی سمجھنا قرآن مجید نے خدائی اختیارات میں دخل اندازی قرار دیا ہے تو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب شریعتِ محمدی سیاسی برزجمہروں یا حکومتوں کے ہاتھوں انجام پذیر ہوکر کیونکر اتھارٹی بنے گی اور اس کی کیا حیثیت ہوگی؟ ......عیسائیت کی تدوین کے بارے میں اب تک بیس سے زیادہ کونسلوں نے جو کارنامہ سرانجام دیا ہے، وہ آپ کے سامنے ہے۔ ان میں بعض کونسلیں ایسی تھیں کہ حکومت کی سرپرستی میں ان میں دو دو ہزار کے قریب علما شریک ہوتے رہے، بایں ہمہ اس پاپائیت کو قبول نہیں کیا جاسکتا، تو وضع شریعت یا تعبیر شریعت کے نام پر پارلیمنٹ یا حکومت کا 'حق سبحانی' کیونکر تسلیم کیا جاسکتا ہے؟ [۱۷]

تدوین (فقہ کی ترتیبِ نو) اور تقنین (دفعہ وار قانون سازی) کا فرق

جہاں تک کتاب وسنت کی بجائے جدید انداز پر دفعہ وار دستور وقانون کی شکل میں شریعت کی تشکیل☆ نو کا مسئلہ ہے جسے اجتماعی اجتہاد بھی کہا جارہا ہے تو تقنین

☆ شریعت (کتاب وسنت) کی وحی الٰہی ہونے کے ناطے امتیازی حیثیت مسلمہ ہے۔ یعنی اگر اس کا ثبوت محدثین کے مسلمہ معتمد طریقوں سے حاصل ہو جائے تو اجتہاد کی ساری وسعتیں انہی حدود میں رہیں گی، البتہ اجتہاد کے دعوے سے شریعت کی تشکیل نو کا سوال غلط ہے۔ کیونکہ شریعت کا فہم یا اس کے وہ احکام جو انفرادی یا اجتماعی اجتہاد کے ذریعے حاصل ہوتے ہیں، ان کے بارے میں خواہ اجتماعی اجتہاد کو انفرادی اجتہاد پر کتنی بھی اہمیت کیوں نہ دی جائے یا اجتماعی اجتہاد کی بہتر سے بہتر صورتیں تلاش کرلی جائیں لیکن اسے شریعت کے قائم مقام یا تشکیل نو قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ وحی الٰہی اور انسانی فقہ واجتہاد کا بہرصورت فرق واضح ہے۔ وحی الٰہی (کتاب وسنت) کی حیثیت عالمگیر اور دائمی ہوتی ہے جبکہ فقہ واجتہاد کی تدوین حالات وزمانہ کی ضرورت کے مطابق ہوتی ہے۔ فقہ کی تدوین نو کو شریعت کی تشکیل نو قرار دینا غلط ہے۔ تدوین اور تقنین کے فرق سے ہم شریعت اور فقہ کا یہی علمی اور قانونی مرتبہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اجتماعی اجتہاد کے مغالطے میں نہ تو اسے شریعت کی تشکیل نو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شریعت کی یہ صورت کوئی پختہ اسلامی تصور نہیں ہے بلکہ یہ تصور مغرب سے متاثر جدید ذہن کی پیداوار ہے جو فرانس کی تقلید میں مسلمانوں میں درآمد ہوا ہے۔ ورنہ صحیح تصور یہ ہے کہ شریعت (کتاب اللہ) اور اس کی تعبیر (سنت وحدیث) مکمل ہوکر بہت پہلے ائمہ سلف اُسے مدوّن بھی کرچکے ہیں۔ البتہ جہاں تک اجتہاد کا تعلق ہے تو پہلے فقہا کے اجتہادات اگرچہ فقہ وفتاویٰ کی ضخیم کتابوں کی صورت میں مدوّن موجود ہیں، تاہم جدید طرز پر ان کی اجتماعی تدوین نو مقصود ہو تو یہ کام غلط نہیں بلکہ جدید موسوعاتِ فقهية کی شکل میں اپنی افادیت کا منہ بولتا ثبوت ہے، بشرطیکہ یہ کام صاحبِ تقویٰ اور علم وبصیرت کے حامل لوگوں کے ہاتھوں ہی انجام پائے۔ لیکن اس وقت اجتماعی اجتہاد کے حوالے سے جس نکتہ پر ہم گفتگو کررہے ہیں، وہ فقہ واجتہاد کی تدوین نو کا مسئلہ نہیں بلکہ تدوین کے مغالطہ میں تقنین (شریعت کی قانون سازی) کی ضرورت کا ہے، جسے دراصل جدید عربی ذو معنی لفظ 'تشریع' سے پیش کیا جارہا ہے۔ لہٰذا اس موضوع پر گفتگو کے وقت تدوین وتقنین کا فرق ملحوظ رہنا چاہئے یعنی تدوین تو فقہ واجتہاد کو ترتیب دینے کا نام ہے جس کی تقلید بالخصوص علما اور قضاۃ پر لازمی نہیں ہوتی، جبکہ تقنین

➡ قانونی مرتبہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اجتماعی اجتہاد کے مغالطے میں نہ تو اسے شریعت کی تشکیل نو قرار دیا جائے اور نہ ہی اجتماعی اجتہاد کو اُصولِ فقہ کی معروف اصطلاح میں 'اجماع' سمجھا جائے۔ لہٰذا جب ہم شریعت کی تشکیل نو یا شریعت کی تقنین (دفعہ وار قانونی شکل) پر تکیہ کرنے کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں تو اُس کا مقصد یہی ہے کہ جدید فقہ کی کوششوں کو مروّجہ دستور وقانون کی شکل دینے سے احتراز کیا جائے تاکہ علماء اور قضاۃ کے لئے اجتہاد کی شرعی آزادی کا حق باقی رہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے الفاظ میں کسی خاص تعبیر وتدوین شریعت کو قانونی جامہ پہنانے کا نام ہے جو حتمی امر ہو کر ایک طرف شریعت سازی اور خدائی اختیارات میں دخل اندازی کا موجب بنتی ہے تو دوسری طرف اسے اجتہاد بھی نہیں قرار دیا جاسکتا کیونکہ اجتہاد سے تو شریعت کی وسعتیں حاصل ہوتی ہیں جبکہ تقنین سے فرد و معاشرہ کو ایک خاص تعبیر شریعت کی تقلید کا پابند قرار دے کر اجتہاد کے دروازے ان پر بند کردیے جاتے ہیں۔قرآن مجید کی نظر میں اس کا نام اِصر و أغْلال☆ ہے جسے ختم کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تھے۔⑱

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ......﴾ ⑲

''یہ (رسول کریمؐ) ان سے وہ بوجھ اور بندشیں دور کرتے ہیں جن میں وہ جکڑے ہوئے ہیں۔''

سعودی عرب کے مشہور مفتی اعظم شیخ عبد العزیز بن بازؒ جدید انداز میں

☆ شریعت (کتاب وسنت) کی تقنین کا ایک ناقص پہلو یہ بھی ہے کہ وحی الٰہی کو انسانی الفاظ میں پیش کرنے سے اس میں وہ گہرائی اور گیرائی باقی نہیں رہتی جو وحی کا معجزانہ جوہر ہے۔کوئی بڑے سے بڑا عالم احکام الٰہی کو وحی سے بہتر الفاظ میں پیش کرنے پر قادر نہیں۔یہی بات سابق صدرِ پاکستان جناب غلام اسحٰق خاں سے ایک مجلس میں جسٹس گل محمد نے اُس وقت کہی جب صدر صاحب نے جج حضرات کی شرعی ٹریننگ کی بجائے شریعت کی متفقہ دفعہ وار تقنین پر زور دیا تو جناب جسٹس صاحب نے ایمان افروز الفاظ میں یوں جواب دیا کہ ''شریعت تو وحی الٰہی ہے جو کتاب وسنت کی صورت میں مکمل بیان کر دی گئی ہے۔اب کیا ہم وحی سے بہتر تعبیر پیش کر سکتے ہیں؟'' اس جواب پر مجلس میں خاموشی چھا گئی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شریعت کی تقنین کے بجائے علما اور قضاۃ کو کتاب وسنت سے براہ راست استفادہ اور اسی کی حدود میں رہنے پر زور دیتے جس کی تشریح اور تفصیل کے لئے مسلمانوں کا وسیع علمی ورثہ ائمہ اسلاف نے چھوڑا ہے۔ اس کے لئے وہ درج ذیل قرآنی آیات سے استدلال کرتے:

﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ (۲۰)

''اور جو لوگ اللہ کی نازل کردہ (شریعت) سے فیصلہ نہیں کرتے، وہی لوگ کافر ہیں۔''

﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ (۲۱)

''اور جو لوگ اللہ کی نازل کردہ (شریعت) سے فیصلہ نہیں کرتے، وہی لوگ ظالم ہیں۔''

﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾ (۲۲)

''اور جو لوگ اللہ کی نازل کردہ (شریعت) سے فیصلہ نہیں کرتے، وہی لوگ فاسق ہیں۔''

علماء قضاۃ کے لئے ان کا استدلال مَا أنزل الله کے لفظ سے بڑا زوردار ہوتا، کیونکہ مَا أنزل الله سے مراد صرف وحی ہے جو کتاب وسنت میں ہی منحصر ہے۔ اس کے علاوہ کسی بھی انسانی تعبیر کو مَا أنزل الله قرار نہیں دیا جاسکتا۔ گویا فقہ اور شریعت میں فرق ہے۔ اہل علم کے لئے شریعت الٰہی کی پابندی ضروری ہے جبکہ ان کے لئے فقہی اختلافات میں توسع کی گنجائش ہے۔ تقنین شریعت کے بعض پہلوؤں پر سابق صدرِ پاکستان جناب جسٹس (ر) محمد رفیق تارڑ صاحب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ان کی بالمشافہہ گفتگو کے علاوہ خط وکتابت بھی ہوتی رہی۔

اسلامی شریعت کے دامن میں وسعتیں ہیں، انسانی جکڑ بندیاں نہیں!

سابقہ آیات میں وہی سابقہ شریعتوں جیسی تدوین وتقنین کی جکڑ بندیوں کی طرف اشارہ ہے لیکن ستم تو یہ ہے کہ آج کے متجددین، اُمتِ مسلمہ کو دوبارہ انہی جکڑ بندیوں میں دھکیل دینا چاہتے ہیں جن سے اللہ ربّ العزت نے رسول کریم ﷺ کے ذریعے اپنے بندوں کو نجات دلائی تھی ...... طرفہ یہ کہ اس نظریہ کے حامل لوگ جس شدومد سے تقلید کی مخالفت کرتے ہیں، اس سے کہیں زیادہ شوروغوغا آرائی کے ساتھ حکومت یا پارلیمنٹ کی تعبیر وتقنین کو اتھارٹی منوانے پر تلے ہوئے ہیں۔ فکرونظر کا یہ کتنا بڑا تضاد ہے؟ ...... کیا یہ بات سوچنے کی نہیں کہ کسی امام سلف کی تقلید اگر ان کی مہارتِ علمی کے باوجود لازمی نہیں تو آج کی پارلیمنٹ بغیر کسی ضمانتِ صحت اور دلیل کے کیونکر اتھارٹی بن سکتی ہے؟

بعض حضرات نے علامہ اقبالؒ کے حوالہ سے ترکی میں 'گرینڈ نیشنل اسمبلی' کے فیصلوں کو بھی شرعی اجماع کے مساوی قرار دیا ہے کہ خلافت یا امامت کوئی افراد پر مشتمل ادارے یا منتخب اسمبلی کے سپرد کیا جاسکتا ہے اور اسی بنا پر پارلیمنٹ کو خلیفہ یا امام کے قائم مقام ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ خلیفہ یا امام کو یہ مقام کہاں حاصل ہے کہ 'تعبیر نو' کے نام پر وہ شریعت کی تقنین کرے؟ اسلامی تاریخ میں یہ عجمی تصور سب سے پہلے خلیفہ منصور کے عجمی ادیب عبد اللہ ابن المقفع نے پیش کیا، جس کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذکر اس کے ایک رسالہ مشمولہ جمهرة رسائل العرب میں بھی ملتا ہے۔ لیکن یہ عجمی فکر امام مالکؒ وغیرہ ائمہ دینؒ کی پُرزور مخالفت کی بنا پر نہ صرف پنپ نہ سکا بلکہ ابن المقفع کے ایسے ہی لادین افکار اسے ارتداد تک لے گئے اور انہی کی پاداش میں وہ قتل کر دیا گیا۔

کوئی عظیم امام بھی اپنے فہم شریعت کو عائد کرنے کا دعویٰ نہیں کرسکتا!

کلیلہ ودمنہ کے مصنف ابن المقفع کے اس تصور کی وجہ بھی وہی تھی، جو آج کل کے متجددین فقہی اختلافات کے حوالے سے پیش کر رہے ہیں۔ اس نے خلیفہ منصور سے یہ کہا تھا کہ مفتی حضرات کے اختلاف فتاویٰ اور قاضیوں کے متنوع فیصلوں کی بنا پر فکری انتشار بڑھ رہا ہے، لہٰذا بہتر ہوگا کہ خلیفہ ان تمام مختلف آرا کو جمع کر کے ان سے متعلق ایک ایسی حتمی رائے متعین کر دے، جس کے سب مفتی اور قاضی حضرات پابند ہوں۔ لیکن امام مالکؒ نے اس فکر کی بھرپور مخالفت کی اور تادم آخر کرتے رہے۔(۴۳) ان کا مشہور مقولہ ہے کہ

"ما من أحد إلا وهو مأخوذ من كلامه ومردود عليه إلا رسول الله ﷺ"(۴۴)

"رسول اللہ ﷺ کے علاوہ ہر کسی کی بات قبول بھی کی جاسکتی ہے اور رد بھی کی جاسکتی ہے۔ مگر رسول اللہؐ کی بات صرف قبول ہی کی جائے گی، ردّ ہرگز نہیں کی جائے گی۔"

آخری مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید نے اسی تجویز کو امام مالکؒ کے سامنے ایک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری صورت میں پیش کیا کہ کیوں نہ امام مالکؒ کی موطأ کو کعبہ میں لٹکا کر جملہ دیار وامصار کے مجتہدین کو اس کا پابند بنا دیا جائے؟ لیکن آپؒ نے اس صورت کو بھی قبول کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ موطا ساری شریعت کا مجموعہ نہیں جبکہ صحابہؓ وتابعینؒ کے مختلف علاقوں میں پھیل جانے سے احادیث لوگوں کے پاس پہنچ چکی ہیں اور وہ ان پر عمل کر رہے ہیں، لہٰذا اصل میں وحی کی اتباع ہی ضروری ہے خواہ وہ موطأ میں مندرج ہو یا خارج موطأ۔ یوں یہ عجمی فکر ایک لمبے عرصہ تک دوبارہ سر نہ اُٹھا سکا۔[۲۵]

امام ابوحنیفہؒ تو اس سے بھی بڑھ کر محتاط تھے۔قاضی کا اجتہاد اگرچہ شریعت کی ایک خاص تعبیر ہوتا ہے اور وہ غلطی کے امکان کے باوجود لاگو بھی ہوتا ہے، تاہم امام ابوحنیفہؒ نے منصبِ قضا کو قبول کرنے سے صرف اس خطرے کی بنا پر انکار کر دیا کہ قضا و قانون کے میدان میں مبادا ان پر دباؤ ڈالا جائے اور حکومت ِوقت انہیں اپنی خواہشات کے سامنے جھکنے پر مجبور کرے۔[۲۶]

اسی طرح امام مالکؒ او رامام احمد بن حنبلؒ نے عقیدہ وعمل کے بعض بظاہر معمولی مسائل میں حکومت کی فکری آمریت کو تسلیم نہ کیا۔اس جرم میں انہوں نے ذلت ونکبت کو تو بخوشی قبول کر لیا، لیکن دین وشریعت پر آنچ نہ آنے دی۔ان کا مطمح نظر یہ تھا کہ اقتدارِ حکومت اور شریعت کی اتھارٹی دو علیحدہ امر ہیں۔حکومت ِوقت چونکہ اپنی 'تعبیر شریعت' پر مجبور کر کے اپنے اختیارات سے تجاوز کر رہی ہے، لہٰذا خلافت تسلیم ہونے کے باوجود تعبیر شریعت کی یہ آمریت ہرگز قبول نہیں کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاسکتی۔ گویا ائمہ سلف نے سیاسی مسائل میں بھی آمریت کو منظور نہ کیا اور اس کی خاطر اپنی جان اور عزت بھی داؤ پر لگا دی۔[۲۷]

بعض دانشور علامہ اقبالؒ کی آرا کو ترجیح دیتے ہوئے جب ائمہ اسلاف پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ ملوکیت کی حمایت کے لئے فقہی موشگافیاں کرتے رہے، اس لئے ائمہ اسلاف کی پیروی کی بجائے جمہوری دور میں آزاد عوامی آرا کا احترام کیا جائے گا تو ان کی رائے پر تعجب ہوتا ہے۔ کیا مذکورہ بالا قربانیوں کے بعد اُمت کے محسنوں کو دورِ ملوکیت کا پروردہ کہا جاسکتا یا ان کو آمریت کی ہم نوائی کا طعنہ دیا جاسکتا ہے؟

اس بحث سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ اگر ان ائمہ سلف کی آرا اس بنا پر دین میں لازمی حجت تسلیم نہیں کی جاسکتیں کہ وہ انفرادی حیثیت رکھتی ہیں تو کیا علامہ اقبالؒ کی رائے بھی انفرادی رائے نہیں، اس رائے پر کون سی اسمبلی کا اجماع ہوچکا ہے؟ الغرض اگر ائمہ سلفؒ کی تقلید بُری شے ہے تو یہی شے علامہ اقبالؒ کا نام آجانے سے قابل تعریف کیونکر ہوجائے گی؟ علامہ اقبال، جو بذاتِ خود تقلید کے بجائے اجتہاد پر زور دیتے ہیں، کیسے اپنی تقلید پر راضی ہوسکتے تھے؟

اس بحث کے بنیادی سوالات

مذکورہ بالا گفتگو کے بعد اس موضوع کے نمایاں پہلوؤں کو چند سوالات (تنقیحات) کے حوالے سے ہم پیش کرتے ہیں جن پر مستقل طور پر بحث آگے آرہی ہے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① پارلیمانی اجتہاد سے مقصود پہلی مدوّن فقہوں پر کسی نئی تدوین کا اضافہ ہے یا کسی نئی فقہ کو قانونی حیثیت دے کر لوگوں کو اس کا پابند بنانا؟ جسے عربی میں تقنین کہتے ہیں۔

② کیا انفرادی تدوین سے اجتماعی تدوین کا تقابل کرتے ہوئے تقنین شخصی سے ادارہ جاتی تقنین کی طرف ارتقا یا بالفاظِ دیگر مصطفیٰ کمال پاشا کے نئے ترکی کے اجتہاد کی بنا پر خلافت کے بجائے منتخب اسمبلی کی اتھارٹی ثابت کی جاسکتی ہے؟

③ فقہی تقلید اور اولی الامر کے احکامات کی پابندی میں کیا فرق ہے؟

④ پارلیمنٹ میں مختلف فقہی نمائندوں کی حیثیت یا ماہرین قانون وشریعت کی مشاورتی کونسل کے کیا اختیارات ہونے چاہئیں؟

اپنے ابتدائی تبصرے میں ان سوالات کے بارے میں بعض تصورات زیر بحث آچکے ہیں تاہم تاریخی تسلسل سے موجودہ اسلامی دنیا میں پائے جانے والے افکار کا مثالوں کے ساتھ تجزیہ بھی مناسب رہے گا، تاکہ بات مزید واضح ہوجائے۔

تدوین فقہ

❶ پہلا مسئلہ تدوین فقہ کا ہے۔ اس سلسلہ میں بہت بڑا مغالطہ لفظ 'تشریع' سے ہوتا ہے جو جدید عربی زبان میں قانون سازی کے معنوں میں لیا جاتا ہے۔ اس لفظ کا عوامی استعمال سیکولر قانون کے بالمقابل دین وشریعت کی کسی حتمی تعبیر کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قانونی حیثیت دینے اور اس کے نفاذ کے مطالبہ میں بھی ملتا ہے تاکہ جس طرح سرکاری سطح پر قانون نافذ العمل ہو کر حکومت و رعایا کے لئے واجب التعمیل قرار پاتا ہے، اسی طرح شریعت کے احکام کو بھی یہی حیثیت مل جائے۔ سیکولر حضرات کے پاس اس کے خلاف بہت بڑا حربہ یہ ہے کہ وہ اس سلسلہ میں شریعت کی دفعہ وار تدوین کا مسئلہ کھڑا کر دیتے ہیں کہ جب تک احکامِ شریعت قانون کی طرح دفعہ وار مرتب نہ ہوں، ان کا نفاذ جدید دور میں ممکن نہیں! ...... یوں بظاہر وہ شریعت کا انکار کرنے کی بجائے نفاذِ شریعت میں ایک ایسے خلا کا عذر پیش کرتے ہیں کہ جس کی تکمیل کے دوران انہیں اس بات کی اُمید ہوتی ہے کہ مسلم دانشور اور فقہا اسی میں اُلجھ کر رہ جائیں گے، اور اگر ایک عرصہ کی محنتِ شاقہ اور جذبہ مفاہمت کے باوجود یہ کام ہو بھی گیا تو بہرحال یہ ایک انسانی محنت ہوگی کہ جس میں حالات کی تبدیلیوں سے مفاہمت کے اطوار بھی بدلتے رہیں گے لہٰذا اس کی حیثیت دائمی نہ ہوگی۔ چنانچہ ہر دم تغیر کی ضرورتوں سے جہاں شریعت کا تقدس مجروح ہوگا، وہاں ہر لحاظ سے یہ شکوک و شبہات کا مظہر بھی بنے گی اور یوں شریعت کے نفاذ کا مطالبہ اپنے ہی الجھاؤ میں محض نعرہ کی حد تک محدود رہے گا، پھر اسی بنا پر شریعت کو بدنام کرنا بھی آسان ہوگا کہ دورِ جدید میں نفاذِ شریعت کے فوائد حتمی نہیں ہیں۔ پاکستان میں حدود آرڈیننس، قانون قصاص و دیت وغیرہ اس کی مثالیں ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ تفصیل سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ شریعت کی دفعہ وار تدوین کا مسئلہ کھڑا کرنا درحقیقت نفاذِ شریعت سے بچنے کی ایک کوشش ہے، تاہم مسلمان ایک عرصہ سے اس چیلنج کا مقابلہ بھی کرتے چلے آرہے ہیں۔ چنانچہ مجلة الأحکام العدلیة (۱۸۷۶ء) کے بعد سے لے کر اب تک مختلف اسلامی ملکوں میں اس سلسلہ کے متعدد مجموعے تیار کئے گئے جن میں سے اکثر تو اپنے اپنے ملک کے لئے تھے، لیکن بعض اجتماعی کوششیں ایسی بھی ہوئیں کہ جن کا مطمحِ نظر پوری دنیائے اسلام کے لئے دستور العمل تیار کرنا تھا۔ اس سلسلہ میں مصر کے ماضی قریب میں اہل علم کی اٹھارہ رکنی کمیٹی کے تیار کردہ ایک دستوری خاکہ کی مثال دی جاسکتی ہے جو کمیٹی کے ایک رکن ڈاکٹر مصطفیٰ کمال وصفی کی اس موضوع پر اہم تالیف مصنفة النظم الاسلامیة کے آخر میں مطبوع ہے۔[۲۸]

اسی طرح انفرادی طور پر بھی بعض مفکرین نے اس موضوع پر اپنی تجاویز تحریری شکل میں پیش کی ہیں جو کتابی شکل میں بھی طبع شدہ موجود ہیں، جبکہ اجتماعی سطح پر خاص اپنے ملک کی حد تک جن لوگوں نے یہ کوششیں کی ہیں۔ ان میں سے قابل ذکر درج ذیل ہیں:

* جامعہ ازہر وغیرہ کی علمی مجالس کی طرف سے مرتب قانونِ شریعت کے علاوہ ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی کی ایک سکیم کے مطابق مصر میں فقہی انسائیکلو پیڈیا کی تدوین ہوئی۔ (ایسے بہت سے مسوداتِ قانون کا اُردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے)
* اُردن میں شریعت کے سول لاء کو ۱۵ سال میں مدوّن کیا گیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

* یمن میں مجلة الأحكام العدلية کی طرز پر ایک مجموعہ قوانین شریعت تیار کیا گیا۔
* جمهورية الليبية الشعبية کے مسوداتِ قوانین "نظام التجريم والعقاب"
* متحدہ عرب امارات (ابوظہبی) میں اسی طرح کا ایک شرعی مجموعہ قوانین رئیس القضاة احمد بن عبدالعزیز آل مبارک کی زیرنگرانی تیار ہوتا رہا ہے، جس کی پندرہ، سولہ جلدوں کا اسّی کی دہائی میں راقم بذاتِ خود مشاہدہ کر چکا ہے۔
* کویت کی وزارتِ اوقاف کا تیارکردہ ۴۳ جلدوں میں مایہ ناز فقہی انسائیکلوپیڈیا (جو تکمیل کے آخری مراحل میں ہے)
* پاکستان کی مشاورتی کونسل (اسلامی نظریاتی کونسل) بھی تقریباً نصف صدی سے یہی کام کر رہی ہے۔
* ترکی میں سقوطِ خلافت سے قبل مصر کو ایسی کوششوں میں سبقت حاصل ہے۔ چنانچہ مصر نے ۱۹۱۴ء سے ۱۹۲۰ء تک ایک مجموعہ تیار کر لیا تھا۔ اگرچہ منظر عام پر آنے کے بعد وہ اختلافات کا اس قدر شکار ہوا کہ اسے سردخانہ میں ڈال دیا گیا۔ ہماری نظر میں مذکورہ بالا مساعی تدوین فقہ جدید کی حد تک قابل قدر ہیں لیکن

اگر مقصد 'تشریع' یعنی شریعت سازی ہو تو یہ تقنین اس معیار کی ہرگز نہیں کہ انہیں تغیر وتبدل سے محفوظ رکھ کر حتمی قانون کی حیثیت دی جاسکے۔ اس کی ایک ادنیٰ سی مثال میں پاکستان میں جنرل محمد ضیاء الحق کی نفاذِ شریعت کی کوششوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے پیش کرتا ہوں:

جب جنرل محمد ضیاء الحق نے مسلمانوں کے لئے نظامِ زکوٰۃ کا اعلان کیا تو فقہ جعفری والے مخالفت پر تل گئے۔ اس پر جنرل صاحب کو مجبوراً یہ کہنا پڑا کہ ہمارا یہ اعلان کوئی حکم الٰہی تو نہ تھا، جو بدلا نہ جا سکے۔ چنانچہ اس آرڈی نینس میں تبدیلی کر کے شیعہ حضرات کو نظامِ زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دے دیا۔ اب سپریم کورٹ آف پاکستان نے اپنے ایک فیصلہ کے ذریعہ ملک میں مروّج تمام فقہوں کے حاملین کو بھی ایسے ڈیکلریشن کا اختیار دے دیا ہے۔ حالانکہ سوچنے کی بات ہے، اگر یہ حکم الٰہی نہ تھا تو پھر کس اختیار کی بنا پر سنی مسلمانوں پر نظامِ زکوٰۃ نافذ کیا گیا؟ حتیٰ کہ وہ بے چارے حکومت کی طرف سے زکوٰۃ کی کٹوتی کے علاوہ مروّجہ (ٹیکس) بھی ادا کرنے پر مجبور ہیں۔

انتہائی سیدھی اور آسان سی بات یہ ہے کہ انسان شریعت سازی کا نہ تو مکلّف ہے اور نہ ہی یہ اس کے بس کا روگ ہے بلکہ تشریع کا حق صرف اور صرف اللہ ربّ العزت کو حاصل ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کے ذریعے شریعت نازل فرمائی ہے، جو مرتب ومدوّن موجود ہے اور جس کی حفاظت ِابدی کا ذمہ بھی اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔ چنانچہ یہ بغیر کسی تغیر وتبدل اور کمی بیشی کے تا قیامت نافذ ہے۔ باقی رہے قرآن و حدیث کے علاوہ فقہ اور قانونِ شریعت کے جدید مجموعے تو وہ سب تدوینی مساعی کے علاوہ وحی سے ورے انسانی اجتہادات ہو سکتے ہیں جو مختلف بھی ہوتے ہیں اور متعدد بھی۔ اسی طرح بہت سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجتہادات، معاملہ کی نوعیت یا حالات کی تبدیلی سے بدل بھی جاتے ہیں۔ چنانچہ اُن کی حیثیت مستقل نہیں ہوسکتی۔ پس فقہ و اجتہاد پر تشریع کا اطلاق گویا مداہنت ہے، کیونکہ شریعت مکمل ہوچکی ہے اور تشریع کا یہ اختیار خلفاے راشدینؓ تک کو بھی نہ تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مہر کے تعین کے بارے میں ایک عورت حضرت عمرؓ کو برسرعام ٹوکتی ہے اور آپؓ بُرا منانے کی بجائے اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اس کی مزید تفصیل ہم تیسرے نکتے کے ذیل میں بیان کریں گے۔ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ قانونِ شریعت کے نام پر کوئی بھی اعلیٰ سے اعلیٰ کوشش فقہ و اجتہاد کی قبیل سے ہوتی ہے، جبکہ اجتہاد سے مراد حکم الٰہی کی تلاش اور اس کا اطلاق ہے، لہٰذا وہ ایک اعتبار سے مجتہد کی اپنی ذات کے لئے، یا قاضی کے زیر سماعت قضیے کے فیصلے کی حیثیت سے فریقین کے لئے تو واجب التعمیل ہوتا ہے، تاہم وہ شریعت نہیں ہوتا۔ شریعت صرف وحی الٰہی کا نام ہے، جبکہ اجتہاد، فہم وحی کی قسم ہے، فی نفسہٖ وحی نہیں۔ پھر تدوین تو صرف ایک فنی ترتیب ہے، جسے خالص فنی اعتبار سے اجتہاد کہنا بھی درست نہ ہوگا......!!

حاصل یہ ہے کہ اجتہاد، تدوین اور تقنین الگ الگ مفہوم رکھتے ہیں اور ان کو باہم خلط ملط کرنے سے موضوعِ زیر بحث اختلافی بن رہا ہے، ورنہ اصل مسئلہ صرف اس قدر ہے کہ وحی (شریعت) کے علاوہ اہل علم کے لئے کسی قدیم یا جدید اجتہاد کی تقلید ضروری ہے یا نہیں؟ اور علیٰ وجہ البصیرت ہمارا جواب نفی میں ہے ...... لہٰذا ائمہ سلف کی تقلید کی مخالفت کرنے والوں کو یہ زیبا نہیں کہ وہ جدید

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انفرادی یا اجتماعی اجتہاد کی تقلید کی دعوت دیں۔

جہاں تک اسلامی قانون کی تدوین کا تعلق ہے، اوّل تو یہ چیز ہی بنیادی طور پر غلط ہے کہ کتاب وسنت جیسے 'دستورِ زندگی' کے علاوہ کسی دوسرے مدوّن قانون کو اسلامی ریاست کا مستقل دستور قانون قرار دیا جا سکتا ہے بلکہ ایسے کسی بھی مدوّن قانون کی حیثیت ذیلی یا مددگار قانون کی ہوگی، کیونکہ مستقل حیثیت صرف کتاب وسنت کو ہی حاصل ہے جو ابدی دستور وقانون ہے، اسی لیے اس کی تدوین بھی ایسے انداز کی ہے جو زندگی کی فطری رہنمائی سے مناسب ہے۔ باقی قانون خواہ انسانی ذہنوں کی اختراع ہوں یا کتاب وسنت سے انسانی سوچوں کا حاصل، وہ اپنی طرز کے معاشروں میں مقامی اور ہنگامی رہنما قانون تو قرار دیے جا سکتے ہیں، لیکن اسلامی ریاست جیسے مستقل ادارے کا پائیدار قانون نہیں بن سکتے۔

تاہم کسی وقتی ضرورت کے پیش نظر 'تدوین' کو بڑی اہمیت بھی دے دی جائے تو الحمد للہ اس سلسلہ میں کسی سر دردی کی ضرورت نہیں۔ ہمارے ہاں محدثانہ اورمخصوص فقیہانہ انداز کے اتنے مدوّن مجموعہ جات موجود ہیں کہ ان کو گننے اور صرف تعارف کرانے کے لیے بیسیوں جلدوں پر مشتمل کتابیں تیار کی جا سکتی ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ ایسے بیش قیمت تذکرے دنیا بھر کی مشہور زبانوں میں بھی موجود ہیں۔ فقہ وقانون کے تقابلی مطالعہ کی کتب تو جدید معاشروں میں نئے پیدا شدہ مسائل پر بصیرت افروز رہنمائی کا کام بھی دے رہی ہیں اور نجی سطح پر علما اور مفتی حضرات انہی سے درپیش مسائل کا جواب دیتے بھی رہتے ہیں۔ آخر نجی طور پر یہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کام پہلے چل رہا ہے تو سرکاری سطح پر کیوں نہیں چل سکتا؟ ہمارے ہاں اس مقصد کے لئے اسلامی نظریاتی کونسل اور وفاقی شرعی عدالت جیسے آئینی ادارے موجود ہیں جن سے مذکورہ مقاصد حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ذیلی اور مددگار قانون میں اگر اتفاقِ رائے ممکن ہو تو یہ الہامی قانون (کتاب وسنت) کے قائم مقام ہوگا،لیکن یہ حقیقت ہے کہ براہِ راست خدائی رہنمائی (نبوت) کے سوا انسانی سوچ پہلو دار ہوتی ہے۔اس میں اتنی جامعیت اورابدیت نہیں ہوسکتی جو خدائی قانون کی جگہ لے سکے۔ بالفرض اگر ایسا پہلو دار قانون مستقل دستور وقانون قرار دے دیا جائے تو یہ ترقی پذیر معاشرے کے لیے پاؤں کی زنجیر ثابت ہوگا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ کتاب وسنت کے علاوہ کوئی مدوّن قانون متفقہ بنایا ہی نہیں جاسکتا۔کتاب وسنت کی تعبیر میں اختلاف کے کچھ پہلو واقعی ضرر رساں ہیں،لیکن اس اختلاف کا ایک روشن پہلو قانون کی لچک دار اور ارتقا پذیر شکل کو باقی رکھنے میں مدد دیتا ہے۔اس لیے بیک وقت یہ دو فائدوں کا حامل ہے؛ در پیش مسئلہ میں'فتویٰ' کی حیثیت سے اور آئندہ کے مسائل میں قانونی رہنما کی حیثیت سے۔ پھر جب مستقل قانونی حیثیت سے کتاب اللہ کے لیے سنتِ رسول اللہؐ کی صورت میں ایک دائمی تعبیر اور سیرت الرسول ﷺ کا اُسوۂ حسنہ (عملی نمونہ) کی صورت میں موجود ہے تو اس ابدی تعبیر کو اپنانے کے دوران جزوی مسائل میں اجتہادات کا جو اختلاف رونما ہوتا ہے، اس کا ضرر رساں پہلو مزید

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کمزور پڑ جاتا ہے۔

چوتھی بات جس کا تعلق اس بارے میں تاریخی تجزیے سے ہے، یہ ہے کہ مسلمانوں کی چودہ صد سالہ تاریخ میں عموماً کتاب وسنت ہی اسلامی ریاستوں کا دستور وقانون رہاہے۔ اگر کبھی جزئیات میں کثرتِ اختلافِ آرا یا بعض سازشوں کے سد باب کے لیے کسی مدوّن کتاب کو دستورِ مملکت بنانے کا احساس ہوا بھی تو اختلافِ اُمت نے اسے گوارا نہ کیا جیسا کہ اس کی تفصیلات پیچھے گزر چکی ہیں۔

البتہ اسلامی حکومتوں کے زوال کے آخری دور میں مغل تاجدار اورنگ زیب عالمگیرؒ نے علما کی ایک جماعت کے ترتیب دادہ مجموعہ کو قانونی صورت میں اختیار کیا جو'فتاویٰ عالمگیری' کے نام سے معروف ہے۔لیکن 'فتاویٰ' کا لفظ خود وضاحت کر رہا ہے کہ اس کی حیثیت بھی 'معاون قانون' کی تھی کیونکہ فتاویٰ ان شرعی آرا کو کہتے ہیں جن سے ایک حاکم یا قاضی شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے میں مدد لیتا ہے۔اس سے قبل شرعی رائے کا یہی کام حکومت کا شعبۂ افتا کیا کرتا تھا۔آج کل اس کی مثال ہماری عدالتوں میں قانونی معاونین کی ہے۔ایسے ہی ہمارے ہاں اعلیٰ عدالتوں کے فیصلہ جات جو مختلف مجموعوں PLJ, PLD وغیرہ ناموں سے برابر چھپتے رہتے ہیں، ان کے جوہر قانونی نکات (Citations) قانون کا حصہ شمار ہوتے ہیں، لیکن اسلامی شریعت میں اجتہاد شریعت کے اطلاق ووسعت میں تو بھرپور کام آتا ہے، بذاتہ شریعت کا حصہ نہیں ہوتا۔ یقیناً وحی اور انسانی کاوشوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں فرق ہے چنانچہ اجتماعی اجتہاد بھی کتاب وسنت سے فروتر چیز ہے۔

تاہم اُنیسویں صدی سے یورپ کی تقلید☆ نے مسلمانوں کے اندر یہ احساس اُجاگر کیا کہ وضعی قانون کی طرح دفعہ وار اسلامی قانون کی تدوین کرنی چاہیے۔ چنانچہ سب سے پہلا مدوّن مجموعہ ۱۸۷۶ء میں خلافت عثمانیہ ترکی نے مجلة الأحكام العدلية کے نام سے اپنایا جو صرف مروّجہ دیوانی قانون کا ایک حصہ ہے۔ باقی رہا فوجداری قانون کے علاوہ مسلمانوں کا اسلام کی بنیاد پر عائلی اور شخصی قانون تو اگرچہ اس کے لیے بیسویں صدی عیسوی میں مختلف مجموعہ جات تیار کرنے کی مثالیں ملتی ہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بہت سی مسلم تو کیا غیر مسلم ریاستوں میں بھی جن میں غیر منقسم ہند و پاک کا ڈھائی سو سالہ دور بھی شامل ہے، میں غیر مدوّن عائلی قانون نہ صرف نافذ رہا بلکہ اس کے مطابق نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم ہندو اور انگریز وکلا بھی قانونی رہنمائی مہیا کرتے رہے اور غیر مسلم جج صاحبان بھی فیصلے کرتے رہے۔

واضح رہے کہ اسلام کے فوجداری قانونی نظام کے اہم حصہ سزاؤں (تعزیرات) کے لیے لیبیا، سوڈان اور پاکستان میں اسلامی حدود وتعزیرات اور قصاص ودیت وغیرہ کے علاوہ دوسرے اسلامی ممالک میں سرکاری سطح پر کسی دفعہ

☆ افسوس کہ یورپ کی دیکھا دیکھی مسلمانوں میں یہ احساس راسخ ہو چکا ہے کہ جب تک قانون دفعہ وار مدون نہ ہو وہ نافذ العمل نہیں ہوسکتا حالانکہ اس کی تردید یورپ کی اہم ریاست 'برطانیہ' کر رہی ہے جہاں کئی صدیوں سے تحریری شکل میں مکمل دفعہ وار دستور نہ ہے۔ البتہ اب انہوں نے جس حد تک کامن لاء میں ترمیم ضروری سمجھی، جزوی تدوین کر لی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وار مدوّن مجموعہ قانون کی مثال نہیں ملتی۔ تقریباً پون صدی سے سعودی عرب شریعت کے نظامِ تعزیرات کو ہی اپنا کر دنیا بھر کے ترقی یافتہ معاشروں کو یہ چیلنج پیش کر رہا ہے کہ امن وامان صرف اسلامی شریعت کی عمل داری سے ہی ممکن ہے۔ سعودی حکومت کو تو اقوام متحدہ کا رکن بننے کے لیے بھی کسی 'مسودہ قانون' کی ضرورت نہ تھی بلکہ اس نے وہاں بھی چند سال قبل تک صرف 'قرآنِ کریم' کو اپنے 'قانونِ مملکت' کی حیثیت سے پیش کر رکھا تھا۔ البتہ دس بارہ سال قبل سعودی عرب نے دیگر دساتیر کی طرح اپنا بنیادی دستوری ڈھانچہ [۲۹] تیار کیا ہے جس کے تحت مجلس شوریٰ کی تشکیل بھی ہوئی۔ امسال وہاں بلدیاتی سطح پر انتخابات بھی منعقد ہوئے ہیں۔ تجربہ ہی یہ بتائے گا کہ مستقبل کا سعودی عرب ماضی سے کتنا بہتر ثابت ہوتا ہے؟

اگرچہ تاریخ یہ بتلاتی ہے کہ اسلامی قانون کی تدوین کا ایسا تجربہ ماضی میں عموماً ناکام ثابت ہوا ہے بلکہ کئی کوششوں کا انجام ہی عبرتناک ہے۔ خلافتِ عثمانیہ کے مجلّہ عدلیہ کی شکل پر مصر میں مختلف مکاتبِ فکر سے متعلق علما اور ماہرین قانون کی چھ سالہ مشترکہ مساعی سے ۱۹۲۰ء میں ایک مجموعہ قانون تیار ہوا تھا، لیکن اس کا جو حشر ہوا، وہ بڑا المناک ہے۔ یہ مجموعہ اتنی تنقید کا شکار ہوا کہ شاہِ مصر نے اسے سرد خانہ میں ڈال کر ملک میں فرانسیسی قانون نافذ کر دیا۔ پاکستان میں اسلامی حدوداور قصاص ودیت کی تقنین بھی ہمارے سامنے ہے جو ناقص ہونے کے باوصف لادین حلقوں کو اسلامی شریعت کے خلاف اعتراضات کے مواقع مہیا کرتی رہتی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجتماعی اجتہاد بصورتِ پارلیمانی اجتہاد

❷ دوسرا نکتہ، انفرادی اور اجتماعی تدوین کے تقابل اور پھر انفرادی اجتہاد سے پارلیمانی اجتہاد کے ارتقا کا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم یہ گزارش کریں گے کہ اگرچہ بعض پہلوؤں سے اجتماعی اجتہاد جدید دور میں اہم تر نظر آتا ہے کہ اس کی بدولت قرآن وسنت کی بصیرت رکھنے والوں کے علاوہ معاشرتی علوم کے حامل اور جدید قانون کے ماہرین بھی اس میں شامل ہوسکتے ہیں۔ تاہم اندریں صورت اس خطرہ کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ اس سے روحِ اجتہاد بُری طرح مجروح بھی ہوسکتی ہے۔ کیونکہ اجتہاد کا اصل مقصود 'منشاء الٰہی کی تلاش' ہوتا ہے۔ جبکہ اجتماعی فیصلوں میں مفاہمت اور رواداری پر جس طرح زور دیا جاتا ہے، اس سے بسا اوقات منشاء الٰہی پر لحاظ واحترام کی اقدار اثر انداز ہوتی ہیں۔

اسی نکتہ کے ضمن میں دوسری بات یہ ملحوظ رہنی چاہئے کہ اجتماعی اجتہاد کی صرف وہ قسم حجت ہے جو 'اجماع' کہلاتی ہے۔ اگرچہ اجماع کی تعریف سے لے کر اس کے انعقاد اور اس کی حجیت تک جملہ پہلو شدید اختلافی ہیں، تاہم یہ بات اجماع کی حجیت تسلیم کرنے والوں کے ہاں متفقہ ہے کہ اجماع صرف کل اُمت کا معتبر ہے کسی خاص علاقے کا نہیں۔ (واضح رہے کہ مالکیہ اگر اہل مدینہ کے اجماع کی حجیت کو تسلیم کرتے ہیں تو اس کی وجوہ بالکل دوسری ہیں) جبکہ ہمارے زیر بحث جو اجتہاد ہے وہ ایک خاص علاقے کی پارلیمنٹ کا ہے، جسے نہ اجماعِ اُمتِ مسلمہ کہا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جا سکتا ہے اور نہ اس علاقے کے جملہ مجتہدین ہی اس میں جمع ہوتے ہیں، حالانکہ تمام مجتہدین کی اجماع میں شرکت لازمی ہوتی ہے۔

اسی سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ اجتماعی اجتہاد؛ جسے اجماع کہتے ہیں؛ کسی خاص ادارے کا فیصلہ یا رائے نہیں ہوتی، جبکہ پارلیمنٹ ایک ادارہ ہے جس کا زیادہ سے زیادہ تعلق اس مسئلہ سے ہے کہ حکومت شخصی کی بجائے ادارہ کے ہاتھ میں ہونی چاہیئے۔ پھر حکومت شخصی (خلافت) ہو یا صدارتی اور پارلیمانی جمہوریت پہلی صورت میں یہ نیابتِ رسولؐ ہوتی ہے اور دوسری صورت (پارلیمانی یا صدارتی جمہوریت) میں بھی نمائندگی، دعوے کی حد تک بھی، اقتدار کی ہوتی ہے، منشا کی نہیں! جیسا کہ اسمبلی کے بارے میں روسو کا مشہور قول ہے کہ

"Power can be transmitted but not the will" (۳۰)

”(نمائندگانِ جمہور کو ایک محدود مدت کے لئے) اقتدار منتقل ہوتا ہے، منشا و مرضی منتقل نہیں ہوتی!“

پس اس نکتہ کا بھی حاصل یہ ہے کہ انفرادی اور اجتماعی اجتہاد اور شے ہے، اور حکومت کا شخصی و جمہوری ہونا اور شے۔ رہا یہ سوال کہ خلافت اور جمہوریت جمع ہوسکتی ہیں؟ یعنی فرد کی بجائے منتخب نمائندگان کی جماعت خلافت کے منصب پر فائز ہوسکتی ہے؟ تو اس کا زیادہ تر تعلق طرزِ حکومت سے ہے جو ایک الگ موضوع ہے۔ تاہم شریعت و اجتہاد کے بارے میں خلافت کے اختیارات پر ہم اگلے نکتے میں گفتگو کرتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اولی الامر کے احکامات کی پابندی

❸ اس موضوع پر فیصلہ کن نکتہ یہی تیسرا ہے کہ کیا اولیٰ الامر کے احکامات کی پابندی کو تقلید کہا جاسکتا ہے؟ دراصل پارلیمنٹ کی طرف سے شریعت کی تعبیر یا شریعت کی قانون سازی اور حکومت وعوام پر اس کی لازمی حیثیت ہی وہ بنیاد ہے کہ یہ اختیارات اگر خلیفہ یا امام کو حاصل ہیں تو جدید زمانہ میں پارلیمنٹ کو اس کے قائم مقام ہوکر یہی اختیارات مل سکتے ہیں۔ اس لئے پہلے ہم اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ خلیفہ کی اطاعت اور فقہ واجتہاد کا فرق کیا ہے؟......قرآن کریم میں اولی الامر کی اطاعت کے بارے میں یہ آیت معروف ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَطِيْعُوْا اللهَ وَأَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُوْلِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌوَّأَحْسَنُ تَأْوِيْلًا﴾ (۳۱)

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے صاحبانِ اختیار کی بھی ...... پھر اگر کسی معاملہ میں تمہارا باہمی نزاع ہوجائے تو اس معاملہ کو اللہ اور رسولؐ کی طرف لے جاؤ، اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہت اچھا اور انجام کے اعتبار سے بہت بہتر ہے۔''

اس آیت میں اللہ اور رسول ﷺ کی مستقل اطاعت کے علاوہ اولی الامر کے بارے میں دو باتوں کا ذکر ہوا ہے: ایک ان کی اطاعت، اور دوسرے ان سے نزاع کے موقع پر فیصلہ کے لئے اللہ اور رسولؐ (یعنی کتاب وسنت) کی طرف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رجوع ...... مقام غور ہے کہ اگر نزاع واختلاف میں بھی اولی الامر کی اطاعت فرض ہوتی تو کتاب وسنت کی طرف رجوع کا کچھ معنی ہی باقی نہیں رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ اُمت میں خلفا کے ساتھ مجتہدین کے جتنے بھی اختلافات ہوئے ہیں، ان میں خلفا کو محض ان کے خلیفہ ہونے کی بنا پر کبھی بھی برحق قرار نہیں دیا گیا۔ بنو ہاشم کے بنواُمیہ سے سیاسی اختلافات سے لے کر ائمہ اربعہؒ سمیت فقہاء سلف کے عباسی خلفا سے متعدد اجتہادی مسائل میں اختلافات، تاریخ کا ایک اہم باب اور ائمہ کے اعلیٰ کردار کا حصہ ہیں۔ چنانچہ اگر خلیفہ کے اجتہاد کی بہرحال پابندی کا کوئی سوال موجود ہوتا تو یہ صاحبِ تقویٰ بزرگ کبھی اس سے دست کش نہ ہوتے...... پھر 'خلق قرآن' کا مسئلہ ہو یا 'طلاق مکرہ' کا، ان میں امام احمد بن حنبلؒ اور امام مالکؒ کو اذیت ناک سزاؤں اور ناقابل بیان تذلیل وتضحیک کا نشانہ بننے کی کیا ضرورت تھی؟ (۳۲) اسی طرح امام ابوحنیفہؒ کو قاضی القضاۃ کے منصب کو قبول کرنے سے انکار کر کے جیل جانے اور اسی راہِ حق میں جان نذر کرنے کی کیا ضرورت پڑی تھی؟ (۳۳) جبکہ خلیفہ کا اجتہاد تو شرعی حیثیت رکھتا ہے اور قاضی القضاۃ کو رضائے الٰہی کے ساتھ ساتھ خلیفہ کو راضی کرنے کا دوہرا فائدہ پہنچ سکتا تھا لیکن امام صاحب نے یہ منصب قبول نہ کیا۔

دراصل اولی الامر کے اجتہاد کی پابندی کا یہ مغالطہ تعبیر شریعت اور انتظامی اختیارات کو خلط ملط کر کے پیدا کیا جاتا ہے، حالانکہ جہاں تک تعبیر شریعت کا مسئلہ ہے، یہ خالصتاً رسول کریم ﷺ کا منصب تھا جو پورا ہو چکا اور جہاں تک ان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجتہادی مسائل کا تعلق ہے جو شریعت (کتاب اللہ) اور اس کی ابدی متعین تعبیر (سنتِ رسول اللہ) کی تکمیل کے بعد فقہا یا خلفا کو پیش آئے یا آ سکتے ہیں تو ان کی نوعیتیں دو ہیں۔ ایک ان کی منصبی یا ذاتی حیثیت اور دوسری انتظامی اور تدبیری ...... اوّلین حیثیت سے خلفاء کو جو مسائل پیش آتے ہیں، ان کا تعلق حکومت سے ہو یا رعایا سے، اگر خلیفہ خود عالم دین ہے تو اپنے اجتہاد سے، ورنہ کسی معتمد عالم دین کے اجتہاد سے شریعت کا علم حاصل کر کے انہیں انجام دیتا ہے جبکہ خلیفہ کی دوسری انتظامی اور تدبیری امور کی حیثیت وہ ہے کہ جس کے بارے میں قرآن کریم اطاعتِ اولی الامر کا (مشروط) حکم دیتا ہے لیکن کبھی یہ ہر دو نوع کے اُمور باہم یوں خلط ملط ہو جاتے ہیں کہ ان کی بنا پر اطاعتِ امیر اور تقلیدِ فقہی کے ایک ہونے کا گمان ہونے لگتا ہے، جبکہ درحقیقت ایسا نہیں ہے۔

الغرض خلیفہ اگر عالم دین نہ ہو تو علماءِ مجتہدین کی تقلید کو واجب قرار دینے والوں کے نزدیک اسے مجتہدین کی تقلید کرنی ہوگی جبکہ مخالفین تقلید کے نزدیک اسے اہل علم سے مسئلہ سمجھ کر معاملہ کو حل کرنا ہوگا۔ ان دونوں صورتوں میں خلیفہ خود اتھارٹی قرار نہیں پاتا اور نہ ہی شرعی مسائل میں خلیفہ کو صرف اس کے خلیفہ ہونے کی بنا پر کوئی اتھارٹی قرار دینے کا قائل ہے بلکہ اسے بہرصورت شریعت کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہوں گی، خواہ وہ دوسروں سے سوال ہی کرے ...... قرآن کریم میں ہے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿فَسْئَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (۴۴)

''اگر تمہیں خود علم نہ ہو تو اہل معرفت و حافظہ سے پوچھ لو۔''

چنانچہ اس سلسلہ میں جیسے اہل علم سے پوچھنے کی بات ہے، ویسے ہی اہل علم سے تبادلہ خیالات کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ ﴿وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ﴾ (۴۵) ''ہر علم والے سے اوپر کوئی دوسرا عالم ہے۔'' کی رو سے علم کی بے شمار قسمیں اور رجہتیں ہیں، لہٰذا مذاکراتِ علمیہ سے انشراحِ صدر حاصل ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ بن خطاب اور دیگر خلفاء راشدین کا اپنے ساتھی علماء صحابہؓ سے مسائل پر تبادلہ خیالات اسی نوعیت کا تھا جسے آج کل من مانی تعبیر سے 'مجلس شوریٰ کا اجتہاد' باور کرایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نظریہ کے حاملین کو حضرت ابوبکرؓ کی مانعینِ زکوٰۃ سے جنگ اور جنگِ یمامہ میں حضرت اسامہ بن زیدؓ کی بحیثیتِ سالارِ لشکر روانگی ایسے فیصلوں کی تاویل کرنی پڑتی ہے کہ یہ نصوصِ شرعیہ کی تعمیل تھی۔ حالانکہ اصل بات انشراحِ صدر کی تھی۔ مسئلہ خواہ نص کا ہو یا اجتہاد کا، اگر یہ طے شدہ شرعی اُمور ہوتے تو دیگر صحابہؓ کبھی بھی اس کے خلاف کوئی دوسرا مشورہ نہ دیتے، کیونکہ تعمیل شریعت کا جذبہ ان میں بھی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ہاں جب خلیفہ نے ان مسائل میں اپنا اطمینان ایک عزمِ صمیم کی صورت میں ظاہر کر دیا تو یہ صحابہؓ نہ صرف خاموش ہو گئے بلکہ اس کے فیصلہ میں ان سے بھرپور تعاون بھی کیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اطاعتِ امیر اور فقہی تقلید

چنانچہ یہاں معاملہ کی ایک دوسری نوعیت یہ بھی سامنے آتی ہے کہ خلیفہ کسی شرعی حکم کے بارے میں شرحِ صدر کے ساتھ جب کوئی فیصلہ کرلیتا ہے تو اُمت کو اس کی اطاعت کرنی پڑتی ہے کہ اس کی حیثیت شریعت پر عملدرآمد کرنے کرانے کی ہے۔ تاہم اگر مسئلہ میں اجتہادی اختلاف سامنے آجائے تو خلیفہ کی ہر دو حیثیتیں الگ الگ واضح ہوجاتی ہیں۔ جس کی مثال حضرت عثمانؓ بن عفانؓ اور حضرت ابوذر غفاریؓ کے اختلاف سے دی جاسکتی ہے کہ جمع مال کے مسئلہ میں حضرت ابوذرؓ کو حضرت عثمانؓ نے تقلید پر تو مجبور نہ کیا (۳۶) لہٰذا حکم شریعت وہی باقی رکھا جس کو وہ خود برحق سمجھتے تھے۔ لیکن انتشارِ فکری کے خوف سے انہیں مقام 'ربذہ' میں بھیج دیا۔ تاہم انہیں اُن کی واضح غلطی کے باوجود رائے بدلنے پر مجبور نہیں کیا۔ واضح رہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ مال جمع کرنے والوں کو بہرصورت 'کنز' کی وعید کا مستحق قرار دیتے تھے، خواہ اس مال کی زکوٰۃ بھی دی جاچکی ہو، حالانکہ اگر یہ موقف مانا جائے تو اس صورت میں مال میں زکوٰۃ اور وراثت کے کوئی معنی ہی باقی نہیں رہتے۔

دراصل خلیفہ انتظامی معاملات کو انجام دیتے ہوئے جب شرعی اُصولوں اور ہدایات کو عمل میں لاتا ہے تو اس اعتبار سے اس کی شرعی حیثیت خود شرع پر عمل درآمد کی ہوتی ہے جس میں وہ اپنے منصبی فرائض بھی انجام دیتا ہے لیکن رعایا کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیثیت اس میں صرف اطاعتِ امیر کی ہوتی ہے۔ چونکہ بالفعل رعایا اس اجتہاد پر عمل کرتی نظر آتی ہے، لہٰذا اس کے اجتہاد کی لازمی حیثیت تقلید معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ خلیفہ اپنے اجتہاد پر عمل کرانے کے باوجود کسی عالم کو اپنے اجتہاد کے درست تسلیم کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا۔ لہٰذا علما سمیت رعایا کی بالفعل اطاعت لیکن ذہناً علماء دین کا اپنے اجتہاد پر قائم رہنا، دو الگ الگ امر ہیں۔ جن کا لحاظ رکھنے سے اطاعتِ امیر اور تقلیدِ فقہی کا فرق واضح ہوگا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ہم ان مغالطوں کی طرف بھی اشارہ کردیں جو جدید دانشوروں کو حضرت عمرؓ کے بعض اجتہادات کے سلسلے میں ہوتے ہیں او رجنہیں 'اولیاتِ عمرؓ' کے نام پر خلیفہ کی طرف سے شریعت کی تبدیلی کا اختیار قرار دیا جاتا ہے۔ تفصیلی مثالوں اوران کی توضیح کا تو یہ موقع نہیں، مختصر یہ کہ ان میں سے بیشتر انتظامی اختیارات سے متعلق ہیں، جن کی تدبیر میں مصالح شرعیہ کا لحاظ رکھا گیا۔

اس بحث سے حاصل یہ ہے کہ خلافت شخصی ہو یا پارلیمنٹ کو خلافت کے قائم مقام ٹھہرایا جائے۔ اس کا تعلق صرف تدبیر و انتظام سے ہے اور قواعد وضوابط کا اختیار بھی خلیفہ یا پارلیمنٹ کو اِسی حد تک ہے۔ لیکن شریعت کے اندر اگر مداخلت ہو تو خواہ یہ تدوین کے نام سے ہو یا اجتہاد کی پابندی کے نام پر، یہ اِصْر و تقلید گوارا نہیں کی جاسکتی۔ پچھلی اُمتوں کی گمراہی کا باعث بھی یہی تھا اور افسوس یہ اُمت بھی اسی راستہ پر جارہی ہے۔ گزشتہ سطور میں تدوین بائبل کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثال سے اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

پارلیمنٹ میں فقہی نمائندوں کی حیثیت

❹ ہم چوتھے نکتے کی طرف آتے ہیں کہ پارلیمنٹ میں مختلف فقہی نمائندوں کی حیثیت یا ماہرین قانون وشریعت کی کونسل کے اختیارات کیا ہونے چاہئیں؟

اس سلسلہ میں یہ بنیادی بات اگرچہ فیصلہ طلب ہے کہ قانون ساز پارلیمنٹ کی اسلامی شریعت میں کیا حیثیت ہے؟ لیکن چونکہ ہم یہ پہلے واضح کر چکے ہیں کہ اسلامی حکومت کا دستور قرآنِ کریم ہوتا ہے، جس کی واحد ابدی تعبیر سنتِ رسول ﷺ بھی محفوظ و مصئون موجود ہے، لہٰذا اب پارلیمنٹ کے بارے میں قانون سازی کی جو بھی بحث ہوگی، وہ قواعد وضوابط (Bye Laws) یا انسدادی اور تعزیری احکام وغیرہ تک محدود ہوگی۔ چنانچہ فی الوقت ہم اس بحث سے قطع نظر کہ پارلیمنٹ کو خلیفہ کے قائم مقام ٹھہرایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ علی سبیل التنزل پارلیمنٹ کو خلافت اور 'شوریٰ' ہی کی حیثیت دے کر گفتگو کرتے ہیں۔

اسلامی سیاست کا یہ امتیازی پہلو ہے کہ یہاں بنیادی دستور اور اس کی تعبیر کا مسئلہ بھی چودہ صدیاں قبل ہی طے پاچکا ہے جس کے بارے میں حضور ﷺ کے 'خاتم النّبیین' ہونے اور آپؐ کے بعد تا قیامت کسی بھی نبی یا رسول کی گنجائش موجود نہ ہونے کی بنا پر نہ صرف اس دستور اور اس کی تعبیر کی تنسیخ کا سوال ختم ہو چکا ہے، بلکہ ﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ...... الآية﴾[٣٧] آیتِ قرآنی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے تحت اس میں ترمیم و اضافہ کا جواز بھی خارج از امکان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تا قیامت قائم ہونے والی ہر اسلامی حکومت کا دستور خود بخود کتاب و سنت بن جاتا ہے اور جو حکومت کتاب و سنت کی دستوری حیثیت تسلیم نہیں کرتی وہ اسلامی کہلانے کی حقدار نہیں ہوتی۔

جہاں تک خلافت کے منصب کا تعلق اور ضرورت ہے تو یہ منصب حضرت محمد ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد صرف اس شخصی خلا کو پُر کرنے کی حد تک محدود ہے جو تدبیر و انتظام کے میدان سے متعلق ہے۔ چنانچہ خود خلیفہ کا یہ اختیار کہ وہ انتظام و انصرام کرے اور تدبیری اقدامات بھی بجا لائے، سنتِ رسول ﷺ سے ثابت ہے۔ تاہم خلفاء راشدینؓ کے یہ اقدامات خود شریعت نہیں ہیں، ہاں ان کی حیثیت ہمارے لئے ایک اہم تاریخی سرمایہ کی ہے۔

شریعت اور تاریخ کا یہ فرق ملحوظ نہ رکھنے کی بنا پر ہی اس بارے میں یہ افراط و تفریط ہوئی ہے کہ متاخرین اصحابِ مذاہب نے جب سنت رسول ﷺ کی طرح خلفاء راشدینؓ کے ایسے اقدامات کو بھی شریعت کی سی ابدی حیثیت دے دی تو اس کے ردعمل کے طور پر جدید دانشوروں نے سنتِ رسول ﷺ کو ہی تاریخی مقام دینا شروع کر دیا۔ حالانکہ جہاں پہلی صورت میں سنتِ رسول ﷺ کو جو ابدی اُسوۂ حسنہ کی حامل ہے، سابقہ نظائر میں ایسی نظیر کا درجہ دینا غلط ہے کہ جس کا تسلسل خلفاء راشدینؓ بلکہ بعد کے خلفا کے نظائر کی صورت میں بھی قائم رہے کیونکہ یہ نبوت کا تسلسل ہوگا، وہاں دوسری صورت میں 'مرکزِ ملت' کا نظریہ بھی گمراہ کن ہے کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کے تحت سنتِ رسولؐ کو جملہ خلفا کے تاریخی نظائر کے برابر حیثیت دے دی گئی ہے۔ گویا اس نظریہ کے موجد کے نزدیک رسول کا معنی حکمران ہے۔ اور یوں اس نظریہ کا لازمہ بھی رسالت کا تا قیامت تسلسل ہے۔ اس ذہن نے مشہور مستشرق جوزف شاخت کے افکار کی تعمیل میں 'سنتِ اجماع' کا نظریہ پیش کیا ہے جس میں شخصی رائے جب عوام الناس میں مقبول ہوجائے تو وہ بھی 'سنت' کہلاتی ہے۔ گویا اس طرح متجددانہ اجتہادات کو نام نہاد 'اجماع' کی حیثیت سے سنت قرار دینے کا حربہ اختیار کیا گیا ہے تاکہ سنت کے پسندیدہ لفظ سے من مانے اقدامات کو اسلامی باور کرایا جاسکے۔ اسے وہ 'سنتِ جاریہ' سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ حکمرانوں کی بجائے معاشروں کو شریعت سازی کا اختیار دینے کے مترادف ہے، چنانچہ یہ نظریہ بھی 'مرکزِ ملت' ہی کے افکار کی بازگشت ہے۔ پھر تعجب ہے کہ آج بعض سنی دانشور بھی اسی نظریہ 'سنتِ اجماع' یا 'تعامل مسلمین' کے نام سے سنت کی تعریف میں توسیع کر کے حکمرانوں کو خوش کرنے کی کوشش میں مصروف نظر آتے ہیں۔

رسالت و خلافت کی یکجائی کے اوّل الذکر نظریہ کی مخصوص جھلک شیعہ حضرات کے ہاں صرف اس صورت میں ملتی ہے کہ ان کے ائمہ مذہبی رہنمائی کے ساتھ ساتھ بالقوۃ (Dejure) حکمران بھی تھے۔ لہٰذا ان کے نزدیک ان ائمہ کی روایت و درایت سنت رسولؐ کے قائم مقام ہوکر دین ورسالت کا حصہ متصور ہوتی ہے...... لیکن سنی فقہا کے نزدیک رسالت اور حکومت کا منصب فکری اعتبار سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیحدہ علیحدہ ہے۔ حضرت محمد ﷺ کی رسالت تو باقی ہے اور رہے گی، لیکن حکومت میں خلافت کا سلسلہ چل رہا ہے۔ خلیفہ کا کام صرف تدبیر و انتظام ہے، رسالت میں اس کا دخل نہیں۔ تاہم تدبیر و انتظام اور سیاستِ ملکی میں وہ اس طریق کار کا پابند ہے جو تعلیماتِ رسالت میں حکومت کے لئے طے ہو چکا ہے، کیونکہ حکومت کے رسالت سے الگ ہو جانے کے باوجود حکومت ان اُصول و ضوابط کی پابند ہوتی ہے جو کتاب و سنت میں اس شعبۂ حیات کے لئے دیئے گئے ہیں اور یہی معنی اسلام کے کامل ضابطہ حیات ہونے کے ہیں۔

رسالت اور خلافت وحکومت کی اطاعت کے فرق کو صحابہ کرامؓ کس قدر ملحوظ رکھتے تھے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ حضرت عمرؓ نے شرابی کی سزا ۸۰ کوڑے کردی جو رسول اللہ ﷺ کے دور میں چالیس درّے تھی[۳۸]۔ اسی تبدیلی کی بنا پر حضرت عمرؓ کی طرف سے حضرت علیؓ یہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص چالیس پر، چالیس مزید کوڑے کھاتا ہوا مر گیا تو اس کا خون بہا دیا جائے گا۔ ظاہر ہے اگر یہ اقدام (سزا میں اضافہ) شریعت ہوتا تو نفاذِ حدود میں خون بہا کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔

اسی سلسلہ کی دوسری مثال حضرت عمرؓ کے اس حکم سے دی جاسکتی ہے جو آپؓ نے کتابیہ (یہود و نصاریٰ کی عورتوں) سے نکاح کی ممانعت کے بارے میں جاری کیا تھا اور جس پر حضرت حذیفہؓ نے عمل کرنے سے انکار کر دیا تھا لیکن پھر کچھ عرصہ بعد خود ہی انہوں نے اپنی کتابیہ منکوحہ کو طلاق بھی دے دی۔ حضرت حذیفہؓ نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے اس طرزِ عمل کی جو وضاحت پیش فرمائی، وہ درج ذیل سطور سے ظاہر ہے:

قال (عمر) للذين تزوجوا من نسآء أهل الكتاب : طلّقوهن، فطلَّقوهن إلا حذيفة فقال له عمر: طلِّقها قال تشهد أنها حرام؟ قال هي خمرة طلِّقها قال تشهد أنها حرام؟ قال هي خمرة، قال قد علمتُ أنها خمرة ولكنها لي حلال. فلما كان بعد طلَّقَها فقيل له اَلاَ طلَّقتَها حين أمرك عمر قال كرهت أن يرى الناس أني ركبت أمرا لا ينبغي لي (۳۹)

''حضرت عمرؓ نے کتابیہ عورتوں سے نکاح کرنے والوں کو حکم دیا کہ ان عورتوں کو طلاق دے دی جائے تو سوائے حضرت حذیفہؓ کے سب نے طلاق دے دی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے انہیں بار بار فرمایا کہ ''اسے (اپنی بیوی کو) طلاق دے دو۔'' حضرت حذیفہؓ نے جواب دیا: ''کیا آپ اس کے حرام ہونے کی گواہی دیتے ہیں؟'' حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''وہ مدہوش کرنے والی ہے، اسے طلاق دے دیں۔'' حضرت حذیفہؓ نے دوبارہ (زور دے کر) فرمایا: کیا آپ اس کے حرام ہونے کی گواہی دیتے ہیں؟'' حضرت عمرؓ نے پھر وہی جواب دیا کہ ''وہ مدہوش کرنے والی ہے۔'' حضرت حذیفہؓ بولے: ''یہ تو میں جانتا ہوں کہ وہ مدہوش کرنے والی ہے تاہم وہ میرے لئے حلال ہے۔'' (بات ختم ہوگئی) لیکن کچھ عرصہ بعد حضرت حذیفہؓ نے ازخود اسے طلاق دے دی۔ لوگوں نے پوچھا: ''آپ نے یہ طلاق اس وقت کیوں نہ دی جب حضرت عمرؓ نے آپ کو حکم دیا تھا؟'' حضرت حذیفہؓ نے جواب دیا کہ ''میں اسے بُرا سمجھتا تھا کہ لوگ مجھے وہ کام کرتا دیکھیں جو (شرعی طور پر) مجھے لائق (لازم) نہ تھا۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان واقعات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ خلیفہ راشد بھی نہ تو شریعت محمدی میں تبدیلی کرسکتا ہے، نہ اپنی تعبیر شریعت ہی میں دوسروں کو پابند بنا سکتا ہے۔ پہلی مثال حدود میں تعزیر جمع کرکے بظاہر شریعت کی تبدیلی کی ہے تو دوسری مثال قرآنی حکم ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ (۴۰) کی ایسی تعبیر کی ہے جو کتابیہ عورت کو بھی شامل ہے۔ واضح رہے کہ حضرت عمرؓ نے معارضہ کے وقت اس دور کے اہل کتاب کا مشرک ہونا واضح بھی کیا تھا۔

معلوم ہوا کہ تدبیری معاملات میں انتظامی اختیارات کے علاوہ اگر اجتہادی پہلو سے شرعی احکام کا سوال سامنے آئے تو اولی الامر کی مشروط اطاعت کی بنا پر، ان کے اجتہاد کی پابندی لازمی نہیں ہوتی۔ فقہا نے اطاعتِ اولی الامر والی مشہور آیتِ قرآنی کے آخری حصہ سے بھی یہ استدلال کیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُوْلِ ...... الآية﴾ (۴۱)

"کسی بھی معاملے میں اگر (رعایا کا باہمی یا اولی الامر سے اختلاف و) نزاع پیدا ہوجائے تو اس معاملہ کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف لوٹا دو۔"

عربی گرامر کی رُو سے شییٔ نکرہ حرفِ شرط کے تحت وارد ہوا ہے جو ایسی صورت میں عموم کا فائدہ دیتا ہے، یعنی کوئی بھی معاملہ خواہ شرعی ہو یا اجتہادی، اگر اختلاف ونزاع کی صورت اختیار کرے تو اس کا فیصلہ کتاب وسنت سے (۴۲) ہوگا۔ گویا تدبیری معاملات میں اجتہادی پہلو کے اختلافات کو کتاب وسنت سے ہی حل کیا جائے گا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پارلیمنٹ کا دائرۂ عمل مباح اُمور میں تدبیر وانتظام کی حد تک ہے!

حاصل یہ ہے کہ پارلیمنٹ کا دائرہ کار صرف مباحات تک محدود ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے:

"وكانت الأئمة بعد النبي ﷺ يستشيرون الأمناء من أهل العلم في الأمور المباحة ليأخذوا بأسهلها فإذا وضح الكتاب والسنة لم يتعدوه إلى غير" (۴۳)

''آپؐ کے بعد خلفا صرف مباح اُمور میں اصحابِ علم و امانت سے مشورہ لیا کرتے تھے، تاکہ آسان ترین صورت اختیار کرسکیں، لیکن اگر کتاب اللہ یا سنت رسولؐ اللہ کی وضاحت موجود ہوتی تو کسی دوسری جانب (ہرگز) نہ دیکھتے تھے۔''

اور اباحت کا بھی ایک پہلو چونکہ شرعی حکم ہونے کا ہے، اس لئے اس پر نگرانی کتاب وسنت کی رہنی چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ اولی الامر کی اطاعت مشروط ہوتی ہے۔ مباح اُمور پر شریعت کی نگرانی کے لئے جنگِ بدر کے قیدیوں کی مثال بطورِ دلیل پیش کی جاسکتی ہے۔ جنگی تدابیر میں اُولی الامر کو اجازت ہے کہ وہ مشورہ کے بعد کوئی سی بھی تدبیر اختیار کرلیں۔ لہٰذا رسول اکرم ﷺ نے مشورہ کے بعد اساریٰ بدر کو فدیہ لے کر رہا کرنے کا فیصلہ فرمایا تھا۔ لیکن قرآن مجید نے اس مباح امر میں بھی ایک شرعی حکم سے ہٹ جانے کی بنا پر سرزنش کی یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے خود فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ عذاب دکھایا (جو اس فیصلہ کی بنا پر ہم پر مسلط ہوسکتا تھا)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اگر وہ عذاب آجاتا تو حضرت عمرؓ (جن کا مشورہ ان قیدیوں کے قتل کا تھا) کے سوا کوئی نہ بچتا۔'' (۴۴)

اس واقعہ سے متعلق قرآن کریم میں ہے:

﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُوْنَ لَهٗ أَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللهُ يُرِيْدُ الْآخِرَةَ...... الاية﴾ (۴۵)

''نبی کی شان کے یہ لائق نہیں کہ اس کے قیدی (باقی) رہیں، یہاں تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح خوں ریزی نہ کرے۔تم لوگ دنیا کا مال واسباب چاہتے ہو، جبکہ اللہ تعالیٰ (تمہارے لئے) آخرت چاہتا ہے۔''

مقصد یہ ہے کہ شوریٰ یا پارلیمنٹ میں بنیادی دستور (کتاب وسنت) کے علاوہ دوسرے اُمور ہی زیرغور کیوں نہ ہوں، کتاب وسنت کے ماہرین کی پھر بھی ضرورت ہے۔ اس لئے اس بارے میں جن حضرات نے ارکانِ شوریٰ کے نمائندہ ہونے پر زور دیا ہے، تدبیری اُمور کی حد تک اس کی اہمیت تسلیم ہے، کیونکہ تدبیر وہی کامیاب ہوتی ہے جس میں تدبیر کرنے والوں کو رعایا کا اعتماد حاصل ہو...... ''وأمرهم شورٰى بينهم'' کے قرآنی حکم کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس طرح اعتماد کی فضا پیدا ہوتی ہے۔تاہم ان تدبیری اُمور میں شرعی احکام کی مطابقت کی جو شرط ہے، اس کے لئے ماہرین شریعت کی طرف سے نگرانی لازمی ہے۔

❁ شرعی اُمور کی نگرانی کسی الیکشن اور سلیکشن کے بغیر بھی علماے دین پر فرض

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کفایہ ہے مگر پارلیمنٹ خود اپنے اوپر اگر کچھ ماہرین شریعت و قانون کو نگران بنانا چاہے تو موجودہ حکومتی ڈھانچہ کے ایوانِ بالا (سینٹ) میں انہیں اسی طرح لایا جاسکتا ہے جس طرح ٹیکنو کریٹس کو لیا جاتا ہے۔

❁ چونکہ ہر چیز کی اہمیت اس کی ضرورت کے مطابق ہوتی ہے، اس لئے ماہرین شریعت کی غیر معمولی ضرورت واہمیت کی بنا پر ان کو حیثیت و وقار بھی ویسا ہی ملنا چاہیئے۔ اور یہ امر زبانی تجاویز سے زیادہ عملاً ان کی اہمیت کا احساس اُجاگر کرنے کا مقتضی ہے۔ ہمارے ملک میں پارلیمنٹ کے ساتھ وفاقی شرعی عدالت یا اسلامی نظریاتی کونسل کا جو آئینی مقام ہے وہ ناکافی اور غیر مؤثر ہے۔

❁ چونکہ پاکستان کے قانون دان اور عام علما برطانوی سامراج کے دور سے اس امر کے عادی ہوچکے ہیں کہ حکمرانوں سے جب نفاذِ شریعت کا مطالبہ کیا جائے تو شریعتِ محمدی اسی انداز میں نافذ کی جائے جس طرح وضعی قانون کو دفعہ وار مرتب کرکے نافذ کیا جاتا ہے۔ ہمارے اکثر اصحابِ اقتدار اتنی بڑی اکثریت والے مسلمان ملک میں اس بات کی تو جرات نہیں کرپاتے کہ نفاذِ شریعت کا سرے سے ہی انکار کردیں، تاہم اُنہوں نے پاکستان میں فرقہ وارانہ تعصّبات کے پیش نظر علما کو اسی مشکل میں اُلجھا رکھا ہے کہ وہ پہلے شریعت کو ایک 'متفقہ دفعہ وار قانون' کی شکل میں تیار کریں جو درحقیقت پیش آمدہ تمام مسائل کے بارے میں جملہ مکاتبِ فکر کے علما اور قانون دانوں سے ایک مدوّنہ فقہ واجتہاد پر اجماع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا مطالبہ ہے، ایسا آج تک دنیا بھر میں کہیں نہیں ہوسکا بلکہ اگر جزوی طور پر فقہ واجتہاد کو بعض ممالک میں قانونی شکل دی بھی گئی تو وہ ہردم تغیر پذیر رہی۔ آج ہمارے ہاں کے وہ شرعی قوانین جو قصاص ودیت یا حدود آرڈیننس وغیرہ شکلوں میں نافذ ہیں، اسی طرح کی تنقید کا نشانہ ہیں۔

بلکہ سیکولر طبقہ شریعت کے حوالے سے ایسے قوانین کی ناکامی ثابت کرکے ساری شریعتِ محمدیہ ؐکو دورِ حاضر کے لئے ناقابل عمل باور کرانے میں کوشاں ہے۔ اسی لئے میں نے اپنے مقالہ میں 'شریعت کی تقنین کے مسئلہ' کو مرکزی خیال کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگرچہ مجھے اس کا احساس ہے کہ بہت سے حضرات جو سعودی عرب سمیت خلیجی ممالک کے دستوری اور قانونی نظام سے ناواقف ہیں، ان کے لئے یہ فکر اجنبی ہوگا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حوالہ جات

① ا. اقبالؒ، علامہ محمد: تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، اُردو مترجم: سید نذیر نیازی، مکتبہ کارواں پریس، انارکلی لاہور (۱۹۵۸ء) ص ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۶۸، ۲۷۵

ب. 'اشراق'، ماہنامہ، لاہور (جون ۲۰۰۱ء) ص ۳۱، ۳۲ مدیر: جاوید احمد غامدی

ج. افضال ریحان: اسلامی تہذیب بمقابلہ مغربی تہذیب، انٹرویو ناصر شمسی، مطبع دار التذکیر (۲۰۰۴ء) ص ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۳۴

د. 'میثاق'، ماہنامہ لاہور (اکتوبر ۱۹۹۷ء) ص ۱۹ مدیر: ڈاکٹر اسرار احمد

ھ. یوسف گورایہ، ڈاکٹر محمد: روزنامہ نوائے وقت، لاہور ۱۸/نومبر ۱۹۸۶ء

و. 'طلوعِ اسلام'، ماہنامہ لاہور (اکتوبر ۱۹۹۲ء)

ز. یوسف گورایہ، ڈاکٹر محمد: جدید اسلامی ریاست میں تعبیر شریعت کا اختیار، شیخ محمد اشرف، لاہور

② 'میثاق'، ماہنامہ لاہور (اکتوبر ۱۹۹۷ء) ص ۲۵ مدیر: ڈاکٹر اسرار احمد

③ ا. امین احسن اصلاحی، مولانا: اسلامی قانون کی تدوین، مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور (جون ۱۹۷۶ء) ص ۴۳، ۴۴، ۶۳

ب. خالق داد رانجھا: اسلام میں قانون سازی، مرکزِ تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، نسبت روڈ، لاہور ص ۴۷، ۹۴

ج. 'میثاق'، ماہنامہ لاہور (اکتوبر ۱۹۹۷ء) ص ۲۵ مدیر: ڈاکٹر اسرار احمد

④ 'میثاق'، ماہنامہ لاہور (ستمبر ۱۹۹۷ء) ص ۶ تا ۱۰ خصوصاً ص ۷ مدیر: ڈاکٹر اسرار احمد

⑤ ا. محمد بن ابراہیم آل الشیخ، مفتی اکبر سعودی عرب: رسالہ تحکیم القوانین (عربی) اُردو ترجمہ حافظ حسن مدنی: ماہنامہ 'محدث' لاہور (اگست ۱۹۹۳ء) ص ۱۳۳ تا ۱۴۷

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ب. سفر بن عبدالرحمٰن الحوالی، ڈاکٹر: شرح رسالہ تحکیم القوانین (عربی خطاب)، اُردو ترجمہ محمد بن صدیق طابع و ناشر غیر مذکور

☜ خلیجی ممالک میں تقنین شریعت کے موضوع پر درج ذیل دو کتابیں قابل ذکر ہیں:

ج. عبدالرحمٰن عبدالعزیز القاسم: الاسلام وتقنین الأحکام في البلاد السعودیة، مطبعۃ المدنی، شارع عباسیہ، قاہرہ ص ۷۳ تا ۷۷

د. محمد زکی عبدالبر، ڈاکٹر: تقنین الفقه الإسلامي، ادارہ احیاء التراث الاسلامی، قطر، ص ۸۳، ۸۴

⑥ ا. الطبری، ابوجعفر محمد بن جریر: جامع البیان فی تاویل القرآن، آیات ۴۷ تا ۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت (۱۹۹۲ء)، ج ۵ ص ۲۴۶

ب. ابن کثیر القرشی دمشقی، ابو الفداء حافظ عماد الدین اسمٰعیل تفسیر القرآن العظیم، مکتبہ دار السلام، ریاض (۱۹۹۲ء) ج ۲ ص ۱۶۹، ۱۷۰

⑦ اقبالؒ، علامہ محمد: تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، اُردو مترجم: سید نذیر نیازی، مکتبہ کارواں پریس، انارکلی لاہور (۱۹۵۸ء) ص ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۴، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۷

⑧ امین احسن اصلاحی، مولانا: اسلامی قانون کی تدوین، مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور (جون ۱۹۷۶ء) ص ۹۲

⑨ ابن تیمیہ، شیخ الاسلام احمد بن عبد الحلیم: مقدمہ اصولِ تفسیر (عربی)، مترجم: عبد الرزاق ملیح آبادیؒ، مکتبہ سلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور (۱۹۷۰ء) ص ۱۰

⑩ سورۃ المائدۃ ۳/

⑪ سورۃ النحل ۸۹/

⑫ سورۃ النحل ۴۴/

⑬ سورۃ القیامہ ۱۷/ تا ۱۹

⑭ عبدالرحمٰن مدنی، حافظ: پاکستان میں شریعت کی عمل داری میں تاخیر کیوں؟ ماہنامہ 'محدث' لاہور: ج ۸/ عدد ۱۰، ۱۱، ص ۳ تا ۱۳

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑮ سورۃ التوبہ/۳۱

⑯ الترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ: موسوعۃ الحدیث الشریف (جامع الترمذی) مکتبہ دار السلام، الریاض، حدیث نمبر: ۳۰۹۵

⑰ ا عبدالرحمٰن مدنی، حافظ: شریعت محمدی یا سرکاری؟ ماہنامہ محدث، لاہور: ج ۱۷/عدد ۳، ص ۲ تا ۷

ب. اکرام اللہ ساجد: قانون سازی کی بجائے کتاب وسنت کی دستوری حیثیت، ماہنامہ محدث، لاہور: ج ۱۴/عدد ۱۱، ص ۲ تا ۷

⑱ ا اور ب : (ایضاً)

⑲ سورۃ الاعراف/۱۵۷

⑳ سورۃ المائدۃ/۴۴

㉑ سورۃ المائدۃ/۴۵

㉒ سورۃ المائدۃ/۴۷

㉓ الذہبی، ابوعبداللہ شمس الدین: کتاب تذکرۃ الحفاظ، دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدر آباد دکن (۱۹۵۶ء) ج ۱/ص ۲۰۹

㉔ ارشاد السالک، ج ۱/ص ۲۲۷

㉕ عبدالرحمٰن محدث مبارکپوریؒ، مولانا: مقدمۃ تحفۃ الاحوذی، دار الکتاب العربی، بیروت، ص ۸۵

㉖ محمد ابوزہرہ: حیات امام ابوحنیفہؒ، مترجم غلام احمد حریری، ملک سنز، فیصل آباد (۱۹۸۳ء) ص ۹۷

㉗ ا. ابن عبدالبر: الانتقاء، ص ۴۳، ۴۴

ب. ابن الجوزی: مناقب احمد بن حنبل، مطبعۃ عبدالفتاح الطّویل، قاہرہ، مصر: ص ۴۱۶ تا ۴۵۸

㉘ مصطفیٰ کمال وصفی، ڈاکٹر: مصنفۃ النظم الاسلامیۃ، مکتبہ وہبہ، قاہرہ (۱۹۷۷ء) ص ۶۸۱ تا ۷۱۳

㉙ اسحٰق زاہد، حافظ: سعودی عرب کا دستور، اُردو ترجمہ ماہنامہ 'محدث': ج ۲۳/عدد ۲، ص ۲۱۰ تا ۲۲۵

㉚ فاروق اختر نجیب: سیاست وریاست، علمی کتاب خانہ، اُردو بازار، (۱۹۸۱ء) ص ۱۰۸

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳۱) سورۃ النساء/۵۹

(۳۲) ا. ابن عبد البر: الانتقاء، ص ۴۳، ۴۴

ب. ابن الجوزی: مناقب احمد بن حنبل، مطبعۃ عبد الفتاح الطّویل، قاہرہ، مصر: ص ۴۱۶ تا ۴۵۸

(۳۳) محمد ابو زہرہ: حیات امام ابو حنیفہؒ، مترجم غلام احمد حریری، ملک سنز، فیصل آباد (۱۹۸۳ء) ص ۹۷

(۳۴) سورۃ الانبیاء/۷

(۳۵) سورۃ یوسف/۷۶

(۳۶) ا. الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر: جامع البیان فی تاویل القرآن، آیت ۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت (۱۹۹۲ء) ج ۶/ص ۳۶۱

ب. القرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری: الجامع لاحکام القرآن، مکتبہ الغزالی دمشق، ج ۸/ص ۱۲۴

(۳۷) سورۃ المائدۃ/۳

(۳۸) قلعہ جی، محمد رواس: ڈاکٹر، فقہ حضرت عمرؓ، مترجم: ساجد الرحمٰن صدیقی، ادارہ معارف اسلامی، منصورہ، لاہور (جنوری ۱۹۹۰ء) ص ۷۷

(۳۹) ابن قدامہ حنبلی، موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد: المغنی، مطبعۃ عبد الفتاح الطّویل، قاہرہ، مصر (۱۹۹۲ء) ج ۹/ص ۵۴۶

(۴۰) سورۃ البقرۃ/۲۲۱

(۴۱) سورۃ النساء/۵۹

(۴۲) شنقیطی، محمد امین بن المختار: تفسیر اضواء البیان، مکتبہ ابن تیمیہ، قاہرہ (۱۹۹۲ء) ج ۱/ص ۲۹۲، ۲۹۳

(۴۳) بخاری، محمد بن اسمٰعیل: صحیح بخاری، دار السلام، الریاض، ص ۱۵۴۴

(۴۴) طبری، ابو جعفر محمد بن جریر: جامع البیان فی تاویل القرآن، دار الکتب العلمیہ، بیروت (۱۹۹۲ء) ج ۶/ص ۲۹۱

(۴۵) سورۃ الانفال/۶۷

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہماری دیگر مطبوعات

مجلس التحقیق الاسلامی
99-J ماڈل ٹاؤن لاہور 54700
فون: 5866396,5866476,5839404